آل پارٹیز کانفرنس

۱۹۲۸

کمیٹی کی رپورٹ کا تتمہ

کمیٹی کی رپورٹ کا تتمہ

ترجمہ اردو

ترجمہ اردو

شائع کردہ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ،

شائع کردہ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ،

دہلی

رپورٹ مندرجہ ذیل پتون سی بھی مل سکتی ھی

١ — اورینٹل بکڈپو ۔ دوکان نمبر ٥ مکان نمبر ٨٥ ۔ ٨٦
فریزر اسٹریٹ ۔ رنگون

٢ — اجمل بکڈپو ۔ پرنسس بلڈنگ ۔ بمبئی ٩

٣ — قومی کتب خانہ ۔ ریلوی روڈ ۔ لاھور

٤ — «لیڈر» ۔ الہ آباد

٥ — «ھمدرد» ۔ دھلی

٦ — «اتحاد» ۔ بانکی پور ۔ پٹنہ

٧ — دائرۂ شرقیہ والاشاعت ۔ دریا گنج دھلی

٨ — وھیلر کی تمام بکسٹالون اور بڑی بڑی اسٹیشنون پر ۔

٩ — الناظر بك ایجنسی ۔ لکھنؤ

١٠ — مکتبہ ابراھیمیہ ۔ اسٹیشن روڈ ۔ حیدر آباد ۔ (دکن)

١١ — The Students Emporium, Bankipore, Patna.

١٢ — The Upper India Publishing House, Lucknow.

آل پارٹیز کانفرنس

سنہ ۱۹۲۸ء

کمیٹی کی رپورٹ کا تتمہ

اصل رپورٹ شائع کردہ جنرل سکریٹری آل انڈیا کانگریس کمیٹی الہ آباد

اردو ترجمہ مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے شائع کیا

فہرست مضامین

ہم رپورٹ کے اس تتمہ کو بغیر اپنے ممتاز مرحوم دوست لالہ لاجپت رائے کے دستخط کے شائع کرنے میں بہت تکلیف محسوس کر رہے ہیں کمیٹی کی آخری نشست کے بعد اور قبل اسکے کہ یہ رپورٹ تیار ہوتی وہ اس دنیا سے گزر گئے۔ یوں تو سارے ملک کیلئے انکی موت ایک ایسا نقصان ہے جسکی تلافی ناممکن ہے لیکن ہم لوگوں پر جنھیں انکی زندگی کے آخری عظیم الشان کام میں انکے ساتھ رہنے کا شرف حاصل تھا یہ صدمہ بہت ہی سخت ہے۔ یہ انہیں کے خلوص اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اصل رپورٹ اور لکھنو کی تجاویز کو تمام ملک میں اسقدر مقبولیت نصیب ہوئی اور اگرچہ اس سے وہ زخم مندمل نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی ہمیں تھوڑی سی تسکین اس امر کے ظاہر کرنے سے ہوتی ہے کہ جو نتائج اس رپورٹ میں مکتوب ہیں وہ بہ تمام و کمال اس سے متفق تھے اتحاد کے قیام کے لئے وہ بہت بڑی طاقت تھے۔ اگر وہ ہم میں ہوتے تو یقینا بڑی حد تک اجتماع ملی کو کامیاب بنانیکی اسی طرح کوشش کرتے جس طرح گذشتہ اگست میں لکھنو میں اُنہوں نے کی تھی وہ ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن اجتماع ملی کا کام ایک قسم کی مقدس امانت ہے جو مرحوم محب وطن نے ہمیں دی ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ خود انکی بلند مثال ہمیں کامیابی تک لیجائیگی۔

تمہید

اب ہمارا کام ان ہدایتوں کی تعمیل ہے جو ہمیں لکھنؤ کانفرنس سے ملی ہیں اور اسی کام کو پورا کرنیکی ہم نے کوشش کی ہے لیکن اس جگہ پر ہم کچھ گذارشات کرنیکی بھی جرأت کرتے ہیں، اور امید رکھتے ہیں کہ انکی وجہ سے وہ بیجا شبہے اور اندیشے رفع ہوجائیں گے جو بعض حصوں میں ہماری سفارشات کی وسعت اور نتائج کے متعلق پیدا ہوگئے ہیں۔

ہمیں اسکی ہرگز توقع نہ تھی کہ ہماری سفارشات سے بہ تمام وکمال اتفاق کیا جائیگا اسلئے کہ مسائل انسانی میں کوئی شے بھی دستور کے ارتقاء سے زیادہ مختلف فیہ نہیں ہے جب بھی اس قسم کی کوشش کی گئی ہے تو حالات کے اقتضاء سے خواہ وہ کوشش پرامن ہو یا نہ ہو لیکن ہمیشہ شدید اختلاف آرا موجود رہا ہے! اسلئے ہم بھی ہندوستان میں رایوں کے شدید اختلاف کی توقع رکھتے تھے اور یہ دیکھکر کہ اختلاف بہت زیادہ اہم اور بنیادی نہیں ہے ہمیں دراصل مسرت آمیز تعجب ہوا جو اختلافات رونما ہوئے ہیں وہ تو ہمارے خیال میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دستوری مسائل سے متعلق عام دلچسپی مناسب رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ دستور کا مسئلہ ایک جیتا جاگتا مسئلہ بنگیا ہے اور ہر ایک کو لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ ان مختلف رایوں کی بنیاد قوت یقین اور سنجیدگی پر ہے۔ دماغ عامہ اس حد تک متاثر اور متحرک ہوا ہے جتنا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

ہمارے معترضین دو بڑی جماعتوں سے تعلق رکھتے ہیں ایک تو وہ جنمیں بیشتر انگریز ہیں اور جو ہماری سفارشات کو مضحکہ خیز اور ناممکن العمل بتاتے ہیں اور دوسرے وہ ہندوستانی جو یا تو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس سے بھی آگے بڑھنا چاہئیے تھا یا بعض تفصیلات پر اعتراض کرتے ہیں۔ اپنے بدیشی معترضین سے ہمیں کچھ کہنا نہیں ہے اسلئے کہ جب ذاتی مفاد کا سوال ہوتا ہے تو عقل یا دلائل بالکل ہی اثر نہیں کرتے اور اگر شاذ و نادر کرتے بھی ہیں تو ان کا اثر دیرپا نہیں

ہوتا جان اسٹوارٹ مل کا قول ہے کہ "عامتہ الناس کا یقین اور اعتقاد ان کے مفاد اور جماعتی احساس کے ساتھ ہی ساتھ رہتا ہے عام سیاسیین اور فلاسفہ سے زیادہ ہمارا اثر پر ایمان ہے جو عقل اور خیر کو انسانوں کے دماغ پر حاصل ہے لیکن صرف اسی عقل اور خیر کے اثر پر جو مسئلے کے خود ان کے پہلے سے متعلق ہو محض دلائل کے زور پر ایک عقیدے سے دوسرے کی تبدیلی کی ہم بہت کم توقع رکھتے ہیں"۔

اسی لئے ہم بھی اسقدر خوش اعتقاد نہیں ہیں کہ ان لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لینے کی توقع رکھیں جنہوں نے پچھلے زمانے میں اپنا فرض سمجھ لیا تھا کہ انگلستان کے اخبارات میں اور دوسری جگہ بھی ہندوستان کے خلاف تبلیغ کریں لیکن یہ واقعہ ہے کہ وہ لوگ بھی جو عادتاً ہمارے مخالف ہیں۔ اس رپورٹ سے بے اعتنائی نہ برت سکے۔ اصل جنگ تو دو مختلف خیالات کی ہے ایک جمہوری اور دوسری استبدادی ہم ایک جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارے انگریز معترضین جو ہندوستان میں غیر محدود استبداد کے مدتوں سے عادی ہو گئے ہیں اس تلخ گھونٹ کو حلق کے نیچے کسی طرح نہیں اتار سکتے باوجود اس اظہار جوش کے بھی جو وہ بہ بانگ دہل جمہوریت کی موافقت میں اپنے گھرے قریب کرتے رہتے ہیں۔ یہ جوش جمہوریت ہندوستان میں آکر مستقل استبداد سے بدل جاتا ہی جسپر جمہوری شکل اور صورت کا ایک ہلکا سا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ جمہوری مطمح نظر اور طریقوں سے ایک جھوٹا قرب بغیر اسکی اصلی روح کے، عریاں استبداد سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اسلیے کہ وہ ظاہر بیں کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے۔

ہمارے ان معترضین نے جو انگلستان میں ہیں ہمپر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہم نے یورپین اور خصوصاً برطانوی نمونے کا اتباع کیا ہے اور کوئی جدت نہیں پیدا کی ہے۔ ہم نے اسی پر قناعت کی ہے کہ ان نمونوں کو پیش نظر رکھیں جو دوسرے ممالک میں پرکھے اور آزمائے جا چکے ہیں اور جنکی پیروی کا دعوی مانٹیگو چیمسفورڈ دستور کے بانیوں کو بھی تھا۔ دستور کسی کا مخصوص اجارہ

تو ہے ہی نہیں اور نہ ہمیں اس سے پہلے یہ علم تھا کہ کسی دستور کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انوکھا اور سب سے نرالا ہو جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جمہوریت صرف مغرب کا مخصوص حق ہے وہ تاریخ سے ناواقف ہیں۔ خیر عہد ماضی میں جو کچھ بھی رہا ہو اب ہم اپنے معترضین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ جمہوریت کے مقابلے میں کیا چیز پیش کرتے ہیں۔ جہاں تک ہماری نگاہ کام کرتی ہے، ہمیں تو اس کے مقابلے میں استبدادیت کی کوئی نہ کوئی شکل نظر آتی ہے۔

ہمارے لئے تو استبداد کا مرکز وہائٹ ہال بنا ہے اور ہم یہ خیال کرنے پر مجبور ہیں کہ ہندوستان کیلئے ایک 'مشرقی' دستور کی جو حد سے زیادہ خواہش کی جا رہی ہے۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ وہائٹ ہال کا استبداد کسی نہ کسی شکل میں قائم رہے، لیکن اب وقت آگیا ہو کہ ہمارے معترضین یہ محسوس کرلیں کہ اور جو کچھ بھی ہو لیکن یہ ظاہر ہے کہ استبداد کسی طرح بھی ہندوستان میں روا نہیں رکھا جا سکتا۔ ۲۷ اکتوبر کو البرٹ ہال کی تقریر میں وزیر اعظم بالڈوِن نے فرمایا تھا کہ "شہنشاہوں کی مطلق العنانی تو مدت ہوئی ختم ہو چکی لیکن حکومتوں کی مطلق العنانی بھی اب ختم ہو رہی" بعض اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگرچہ استبداد کی موت یقینی ہے لیکن اس کا کلی اخراج بتدریج ہونا چاہئے۔ احتیاط اور مناسبت بعض اوقات مدبرین اور سیاسیین کے لئے ضروری ہوتی ہے، لیکن ایسے مواقع بھی ہوتے ہیں، جب 'نیم تدبیری' مضر ثابت ہوتی ہے۔ ہندوستان کے لئے وہ موقع آگیا ہے۔

اب اس کا تو سوال ہی نہیں رہا کہ صوبوں کو خود مختاری حاصل ہو اور مرکزی حکومت یا وزیر ہند کو جو اختیارات حاصل ہیں وہ برقرار رہیں۔ اراکین مجالس قانون ساز سے اسی وقت کماحقہ ادائیگی فرائض کی توقع کی جا سکتی ہے، جب اُن پر کامل ذمہ داری ڈالدی جائے۔ ایسی ذمہ داری کی غیر موجودگی یا جزوی ذمہ داری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کی بے ضابطگی اور بے ڈھنگا پن پیدا ہو جاتا ہے اور عوام اور انتظام عامہ دونوں کے نظام پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

اس کی ایک مثال ہمیں ان فرقہ وارانہ جھگڑوں میں ملتی ہے جو پچھلے تین چار سال سے تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ پرجوش فرقہ پرور یہ یقین رکھتا ہے کہ اس کی طاقت کا انحصار فرقہ وارانہ جذبات کو

مشتعل کرنے اور اُبھارنے ہی پر ہے، حکومت کو فرقہ پروروں کی دیوانگی اور جوش کو روکنے میں بڑی دقت محسوس ہو رہی ہے اور وہ ایسی مفاہمت سے اُسے دور کرنا چاہتی ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ اگر ذمہ دار حکومت ہوتی جسمیں قانون اور امن مقبول عام مجالس قانون ساز کے ماتحتی میں ہوتا تو حالت اِس سے بہتر ہوتی۔

ہمیں افسوس کیساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ معترضین کی جماعت میں آغاخانصاحب بھی شامل ہوگئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "برطانیہ کے باشندے کبھی عزت کے ساتھ اسے منظور نہیں کرسکتے کہ ایسے ملک میں مسلح فوج یا ملکی منتظمین کی ایک تعداد کو رہنے دیں جس کے حسن انتظام کی ذمہ داری وہ نہیں لے سکتے۔ ...... اگر برطانیہ نے جنون کے دورے کی حالت میں ایسا کیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی کہ اُس نے اُس ملک کو جہاں اُس کی ذمہ داری ختم ہوچکی ہے۔ ایسی مسلح فوج فراہم کی جو دوسری قوم کے حکم کے ماتحت ہو تو وہ نہ صرف تمام دنیا کی نگاہ سے گرجائیگی بلکہ تاریخ میں بھی ہمیشہ کے لئے اِس کی منزلت ختم ہوجائے گی" آغاخاں صاحب اہل برطانیہ کی عزت و وقار کی بہت فکر رکھتے ہیں۔ کاش وہ اپنے ملک اور اپنے ہم وطنوں کی عزت کا بھی اتنا ہی پاس کرتے۔ اِن کو معلوم ہونا چاہئے کہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جنھیں اہل ہند کبھی منظور نہیں کرسکتے اور اُنھیں میں سے برطانوی استبداد کا ہندوستان میں قیام یا استقلال ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اہل ہند اب بھی اس کے لئے تیار ہیں کہ بہت سے شعبوں میں برطانیہ سے باعزت اشتراک عمل کا خیر مقدم کریں لیکن یہ اشتراک کسی صورت میں بھی اقتدار نہیں ہوسکتا۔ ہم برطانوی فوجی یا ملکی ماہرین کو ایسے شرائط پر خوش آمدید کہنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں جو فریقین کے لئے باعزت ہوں۔ لیکن اگر وہ صرف اسی صورت میں یہاں تشریف لانے پر آمادہ ہوں کہ اُن کو اقتدار حاصل ہو تو اُنھیں اپنا وطن ہی مبارک رہے۔ ہم خطرے کا سامنا کریں گے، اور کوئی دوسرا انتظام کرلیں گے۔

آغاخاں صاحب کے دلائل نہ تو برطانیہ ہی کے لئے موزوں ہیں اور نہ اِس ملک کے باشندوں کے لئے اور اگر واقعی یہ خیالات انگلستان میں کسی ذمہ دار طبقے کے ہیں تو ہم اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اُن وعدوں اور اعلانات میں بالکل صداقت نہ تھی جو ہندوستان میں ذمہ دار حکومت کے قیام سے متعلق کئے گئے تھے۔ ہندوستان کی داخلی حالت نہ اُس سے خراب ہے اور نہ ہوسکتی ہے جیسی کنیڈا کی

اُس وقت تھی جب لارڈ ڈرہم نے اپنی مشہور رپورٹ لکھی تھی۔ یا اُسوقت بھی جب واقعتاً خود مختار حکومت وہاں قائم کی گئی۔ اُنہوں نے برطانوی اور فرانسیسی باشندوں کے باہمی تعلقات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "وہ دو فریق نہیں ہیں جو متضاد رائیں رکھتے ہوں اور حکومت سے متعلق مسائل میں متضاد مقاصد کے حصول کی کوشش کرتے ہوں بلکہ وہ مختلف نسلیں ہیں جو قومی تنازعے میں مصروف ہیں" لارڈ ڈرہم فرماتے ہیں:۔

"دونوں فرقوں کی باہمی تغریت سیاست سے بڑھکر سماجی زندگی تک پہنچ گئی ہے اور بجز چند معمولی مستثنیات کے تمام تر تعلقات صرف ایک ہی نسل کے لوگوں میں محدود ہیں۔ مختلف نسلوں کے مشن لوگ نجی انجمنوں میں بالکل ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور لڑکے بھی جب جھگڑتے ہیں تو اپنے والدین کی طرح دو جماعتیں بنا لیتے ہیں۔ ایک برطانوی اور دوسری فرانسیسی۔ مانٹریال کے (جو صوبے کا دارالسلطنت ہے) مدارس میں اور سڑکوں پر یہ صورت آئے دن پیش آتی رہتی ہے۔ یہ جذبات عام طور پر کسی اہم مسئلے پر نہیں بلکہ معمولی معمولی باتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ کسی سنجیدہ یا باقاعدہ قومی مخالفت کا اعلان نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن مشکل سے کوئی دن بلکہ کوئی گھنٹہ ایسا گذرتا ہوگا جب برطانوی اور فرانسیسی افراد کے درمیان کوئی چھوٹی موٹی توہین یا اشتعال انگیز کلمات کا تبادلہ اور بعض اوقات خطرناک باہمی تنازعہ نہ واقع ہوتا ہو

آجکل کی طرح سنہ ۱۹۱۹ میں بھی یہ دلیل پیش کی گئی تھی کہ ہندوستان چونکہ اپنی مدافعت آپ نہیں کرسکتا اِس لئے بالآخر وہ ذمہ دار حکومت بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ اِس کا جواب دیتے ہوئے مسٹر مانٹگو نے فرمایا تھا کہ "میرے خیال میں پارلیمنٹ کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ جن اسباب کی غیر موجودگی کیوجہ سے ایک چیز روک لی جائے اُن اسباب کی فراہمی کے مواقع بہم پہنچانے سے بھی اِنکار کیا جائے۔ آپ کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ صرف ایک اقلیت اس کا مطالبہ کر رہی ہے جب وہ اقلیت اکثریت کو اپنا ہم خیال بنانے کی سخت کوشش بھی کر رہی ہو۔ آپ کو یہ اُمید رکھنی چاہئے کہ آپ جلد ہندوستان میں سیاسی زندگی کا نشو و نما دیکھیں گے۔ یہ تو نہ کیجئے کہ آپ ایک طرف تو ہندوستان کو خود اختیاری دینے سے محض اِس لئے اِنکار کریں کہ وہ اپنی حفاظت میں مناسب حصہ نہیں لے سکتا اور دوسری طرف جب اُس کے باشندے اپنی حفاظت کرنے کے طریقے سیکھنا چاہیں تو

آپ انھیں وہ بھی نہ سیکھنے دیں۔ یہی وہ معاملات ہیں جن کی ذمہ داری پارلیمنٹ کو اس مسودہ قانون کی منظوری کے بعد اپنے سر لینی ہوگی۔

آغا خاں صاحب ہندوستانی صوبوں کی آزادی کے حامی ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر صوبے کی حیثیت ویسی ہی ہونی چاہیے جیسی "بیویریا کی قدیم جرمن حکومت متحدہ" میں تھی بجائے اس حیثیت کے جو امریکن ریاستوں کی یا سوئس کنٹنوں (canton) کی ہے" بعض والیان ریاست نے اور چند ہندوستانی سیاسئین نے بھی جو بالخصوص مسلمان جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اس بات پر زور دیا تھا کہ آئندہ دستور وحدانی (unitary) نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اتحادی (federal) ہونا چاہیے۔

آغا خاں صاحب نے جو بیویریا کا ذکر کیا ہے وہ ہمارے خیال میں بہت ہی افسوسناک ہے، گوش نے اپنی تصنیف متعلقہ جرمنی میں لکھا ہے کہ "شمالی جرمنی کی حکومت متحدہ جنوبی ریاستوں کے ملجانے کی وجہ سے جرمن سلطنت بن گئی اور بیویریا کی خود پسندی کی رعایت چند بے ضرر آئینی حقوق کے ذریعے کردی گئی۔ رائشٹ (ایوان حکومت) میں بائیس ریاستیں اور تین شہر ([illegible]) شامل تھے۔ شہنشاہی کی عزت مستقل طور پر پروشیا کے بادشاہوں کو دیدی گئی لیکن بسمارک نے اس کا خیال رکھا کہ دوسرے جرمن شاہزادوں کی ظاہری آن میں فرق نہ آنے پاوے۔ شاہ ولیم المانی سلطان ہوئے نہ کہ سلطان المانیہ رائش کی قانونی حاکمیت متحدہ حکومتوں کے مجموعے میں مرکوز تسلیم کی گئی۔ یہ دستور حقیقتاً نمونہ تھا ایک دانشمندانہ سمجھوتے کا جو متحارب اُصولوں اور مطالبات کے درمیان کیا گیا تھا۔ پروشیا کی سیادت کیلئے جنوب میں کسی جوش کی اُمید نہیں کی جاسکتی تھی اور اس جرمن اتحاد سے جو پروشیا کی سرداری میں مکمل ہوا گروئنیس اور کانسٹنٹن فرانٹس کو اتنی ہی کم تسکین ہوئی جتنی خاندان سیوائے کے ماتحت اطالوی اتحاد سے میزینی کی جمہوریت پسند روح کو"۔ اس کے علاوہ امیل لُڈوگ "سوانح بسمارک" میں لکھا ہے کہ بحیثیت شاہ پروشیا اور بحیثیت برانڈنبرگ کے بہادر

(Knight) کے اُس کی غرض تو محض پروشیا کی توسیع تھی اور اُسے تو یہ کہیں زیادہ پسند آتا کہ زمانہ قدیم کی رسم کے مطابق جرمن شہزادوں پر فتح حاصل کر کے وہ پروشیا کی توسیع کرتا بہ نسبت اِس کے کہ حکومت متحدہ المانیہ کے پیچیدہ مسائل میں پڑ کر پریشان ہوتا۔ اِسکی اصلی خواہش تو یہ تھی کہ سب سے برتر ہو اور نہیں تو مجبوراً ہمسروں میں سے ایک۔ ہم دل سے خواہاں ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ حکومت متحدہ ہند کے لئے بیوریا کی مثال پر زور نہیں دیا جائے گا۔

ملک میں 'وحدانی' اور 'اتحادی' نظام حکومت دونوں کے حسن و قبح پر کافی بحث ہو چکی ہے۔ اِس وقت ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے حصوں میں سیاسی تجربے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایک جدید دستور کو کلیتاً اتحادی یا کلیتاً وحدانی نمونے پر قائم کرنا کس قدر ناممکن العمل ہے اِن دِنوں میلان سمجھوتے کی طرف زیادہ رہا ہے۔ اِس مسئلے سے متعلق ہم برانڈ کی ایک تصنیف کا حوالہ دینا چاہتے ہیں۔ اِس مصنف نے اتحاد جنوبی افریقہ کے دستور کے ارتقا میں معتدبہ حصہ لیا ہے۔ جنوبی افریقہ سے متعلق اپنی کتاب میں وہ لکھتا ہے کہ "اتحادیت (Federalism) تو اصل میں ایک آخری حربہ اور انسانی کمزوری کی رعایت ہے۔ الگزنڈر ہیملٹن اِس کے خطرات سے واقف تھا اور محض اِس لئے اِس سے متفق ہوا کہ کسی دوسری صورت سے یکجہتی ممکن نہ تھی۔ کینیڈا میں سر جان میکڈونلڈ بہت شد و مد کے ساتھ 'وحدت قانون سازی' (Legislative union) کے حامی تھے لیکن اُنہیں مجبوراً کوئبک کی انتہائی صوبہ پرستی کے آگے دبنا پڑتا۔ اسٹریلیا میں مختلف ریاستوں کی تنگ نظری اور صوبہ پرستی نے حکومت متحدہ پر ایسی حدیں عائد کر دی ہیں جو مسلمہ طور پر ملک کی ترقی کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ اتحادیت کو وہیں قبول کرنا چاہیے جہاں اِس سے بہتر کوئی چیز نہ ہو سکے لیکن اِس کے نقصانات بالکل کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قوت منقسم ہو جائے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اعضائے حکومت میں جلن اور کمزوری پیدا

ہو گی۔ اِس کا میلان وقیانوسیت کی طرف ہے اور یہ ایک نئے ملک کی ترقی کو محدود کر دیتی ہے،
جنوبی افریقیہ کے مدبرین نے نہایت دانشمندی کی کہ اِن عام جذبات سے فائدہ اُٹھایا جو ایک قریب
تر نظام اتحاد کی موافقت میں تھے،

ہم نے اپنی تجاویز کی تیاری میں ارادتاً کسی مخصوص نمونہ کا ضرورت سے زیادہ اثر قبول
کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ہم نے ہندوستان کی خاص حیثیت کا برابر خیال رکھا ہے اور ایسے
اسباب فراہم کرنے کی کوشش کی ہے جس سے صوبہ وارانہ زندگی کی پوری پوری نشو ونما
ہو سکے اور قومی مفاد کو بھی نقصان نہ پہنچے۔ ہم نے اِن غیر معمولی مسائل کو بھی پیش نظر
رکھا ہے جو صوبوں میں اقلیتوں سے متعلق ہیں اور جن کی وجہ سے ہماری رائے میں اس کی
ضرورت ہے کہ مرکزی حکومت کو بہت اہم اور خطرناک مواقع پر تھوڑی سی مداخلت کا حق
حاصل ہو۔ صوبوں کے فرائض اور کاروبار کے جو حدود ہم نے مقرر کئے ہیں وہ بہت
وسیع ہیں اور ان حدود کے اندر صوبوں کی حکومتیں مختار کل اور مرکزی حکومت کی مداخلت
سے آزاد ہوں گی۔ یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ ایک بہت وسیع میدان ملکی معاملات کا
ایسا بھی ہے جیسے کسی پائدار نظام حکومت میں لازماً مرکزی حکومت کے ماتحت ہونا چاہئے
اِس لئے کہ مرکزی حکومت ہی قومی مفاد کی حفاظت کر سکتی ہے۔ مخالف مطالبات میں ہم آہنگی
پیدا کر سکتی ہے اور ایک صوبے اور دوسرے صوبے کے مناقشات کو دور کر سکتی ہے
اسی نقطۂ نظر سے ہم نے اپنا کام کیا ہے اور ہم مسرت کے ساتھ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے
ہم وطن حضرات میں سے جن لوگوں نے اِس مسئلے پر غور کیا ہے اُن کی کثیر اکثریت ہمارے
طریقے کو پسند کرتی ہے، ہمیں اُمید ہے کہ ہماری سفارشات کا معائنہ کرتے وقت زیادہ
زور اصل مادے پر دیا جائے گا اور کم علمی نظریوں پر۔

ہر بالغ کو حق رائے عطا کرنے کی جو تجویز ہم نے کی تھی اُس پر کچھ اعتراض کیا گیا
ہے اگرچہ ہمیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ اس کی موافقت بہت زیادہ کی گئی ہے۔ یہ تجویز فرقہ

دارانہ مسائل کا ایک جزو تھی اور ان سے علیحدہ نہیں کی جا سکتی۔ ہمیں ان تمام دشواریوں کا علم ہے جو ہر بالغ کو حق رائے عطا کرنے میں پیش آتی ہیں لیکن نظریہ اور عمل دونوں اسکی شدید تائید کرتے ہیں۔ پروفیسر لاسکی نے کہا ہے کہ "نہ جنس اور نہ جائداد، نہ نسل اور نہ مذہب" کوئی چیز بھی ہر شہری کے اُس حق میں حائل نہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے حاکموں کے انتخاب میں مدد دے۔ ممکن ہے یہ انتخاب غلط ہو لیکن جمہوریت کی تو بنیاد ہی تجربے اور غلطی پر ہے۔ اگر شہری کو شاذ و نادر ہی اتنی واقفیت ہوتی ہے کہ وہ مدلل انتخاب کر سکے، تو یہ حکومت کا فرض ہے کہ اس کے لئے اتنی واقفیت حاصل کرنے کے اسباب فراہم کرے، اس لئے کہ جب کبھی رائے دہندوں کی جماعت محدود ہوتی ہے تو عموماً جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اُن لوگوں کو نہیں پہنچتے جنہیں رائے دینے کا حق نہ تھا۔ اب تک کوئی ایسا معیار معلوم نہ ہو سکا جس سے ہم حق رائے کو اس طرح محدود کر سکیں کہ جن لوگوں کو حق حاصل ہو اُن میں مدنی خوبیاں بھی اسی درجہ کی ہوں۔ صرف مالکانہ جائداد تک اِسے محدود کرنا اُن لوگوں کے لئے تباہی کا باعث ہوا جن کے پاس جائدادیں نہ تھیں، کسی خاص مذہب یا کسی خاص ذات تک اِسے محدود کرنے کے ہمیشہ یہ معنی رہے کہ اِس خاص مذہب یا ذات کو غیر معمولی مراعات حاصل ہو گئے، حتیٰ کہ مل کا پیش کردہ تعلیمی معیار بھی، معمولی نوشت وخواند سے آگے بڑھکر۔ اِن مدنی خوبیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا جن کی ہمیں ضرورت ہے۔" ایک دوسرے جدید مصنف نے جو یورپ کے نئے سیاسی اداروں پر لکھتا رہتا ہے۔ تحریر کیا ہے کہ "تمام جدید دستوروں نے بلا استثنا بالغین کو مساوی حق رائے عطا کیا ہے۔ یہ ہر شہری کا غیر منفک حق ہے کہ وہ رائے دے اور لوگ اُس پر مصر ہوتے ہیں کہ اپنی حاکمیت کا اظہار براہ راست کریں۔ بجائے اِس کے کہ جماعت کے زیادہ سمجھدار یا زیادہ مالدار افراد کے واسطے سے کریں۔"

اِس طرح جہاں تک نظریہ کا تعلق ہے وہ سراسر اُس کی موافقت میں ہے۔ اِس

سلسلے میں سیلون کمیشن کی سفارشات خالی از دلچسپی نہیں۔ اُنہوں نے وسیع حق رائے کی اس لئے موافقت کی ہے کہ اِن کے خیال میں اِس کی وجہ سے اجتماعی اور صنعتی قوانین میں روشنخیالی کا عنصر جلد ترقی کرے گا اور حلقہ رائے دہندگان کو رشوت دیکر یا ذاتی اثر سے کام نکالنے میں کمی ہو جائے گی۔ وسیع حق رائے سے۔ پسماندہ جماعتوں کی حالت بھی خود بخود بلند تر ہوتی جائے گی۔ اِس مسئلے سے بحث کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "یہاں ہمیں غور کرنا ہے کہ ان لوگوں کو کسی قسم کی خاص نمایندگی دینی مناسب ہے یا نہیں۔ ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان عام اسباب سے قطع نظر جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں خود ان کی حالت کی اصلاح کی یہی بہترین ترکیب ہے۔

یہ کہا گیا ہے کہ تمام بالغین کو حق رائے عطا کرتے میں دو خطرے ہیں۔ پہلا تو یہ کہ رائے دہندگان زیادہ تر جاہل ہیں اور ان سے نہ تو اس کی توقع ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے حق کو سوچ سمجھ کر استعمال کریں گے۔ اور نہ اس کی کہ اپنے نمایندوں کی نگرانی کریں گے۔ دوسرا یہ کہ ملک بہت بڑا ہے اور سامان آمد و رفت اس قدر کم کہ اس طریقے کے رائج کرنے کے لئے قابل اطمینان ذریعہ حاصل کرنا بہت مشکل ہو گا۔ پہلے کے متعلق تو ہمارا خیال ہے کہ بار بار حق رائے کا استعمال خود ہی بہت قوی تعلیمی عنصر ہے۔ نوشت و خواند یا تعلیم دوسرے ملکوں میں بھی اس وقت حق رائے عطا کرنے کا معیار نہیں رہا ہے۔ جب وہاں تمام بالغین کو یہ حق دیا گیا ہے، اور ہم نہیں سمجھتے کہ پھر ہندوستان میں ایسا کیوں ہو۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اوسط ہندوستانی رائے دہندہ اپنے کام کو سمجھتا ہے۔ اور وہ ان مسائل کے متعلق رائے بھی قائم کر سکتا ہے جو براہ راست اس پر اثر ڈالتے ہیں۔ دوسرے ملکوں کے اوسط درجے کے نمایندوں سے زیادہ وہ کسی طرح بھی دوسروں کی خواہشوں کا شکار نہیں ہو سکتا۔ ایسی پارلیمنٹ جو ایک محدود حلقے سے منتخب ہو کہیں زیادہ استحکام کے مضر ہے بہ نسبت اس پارلیمنٹ کے جو ایک وسیع حلقے سے منتخب ہو۔ ایک نسبتاً محدود طبقہ جو پارلیمنٹ پر حاوی ہو۔ ضرور صرف اپنی فکر کرے گا۔ اور زیادہ تر دوسروں کے مفاد سے بے اعتنائی برتے گا اور اس طرح بے دلی اور بے اطمینانی پیدا ہو گی جو ممکن ہے

کہ حکومت اور جماعت دونوں کے استحکام کے لئے مستقر ثابت ہو۔

دوسرا اعتراض وہ دشواری ہے جو اس طریقے کو رائج کرنے میں ہوگی۔ ہم ان دشواریوں کو محسوس کرتے ہیں لیکن یقیناً ہمارا یہ خیال نہیں کہ ذریعہ پیدا کرنا یا اس پر عمل کرنا ناممکن ہو اس میں شک نہیں کہ اسمیں اخراجات زیادہ ہونگے لیکن جو اصول پیش نظر ہے وہ اس قابل ہو کہ اس پر جتنا صرف ہو صرف کیا جائے۔

Mahajan

بعض معترضین نے یہ بھی کہا ہے کہ ہماری تجاویز کا مقصد ملک کی حکومت میں برہمنوں کے اقتدار کو مستقل کر دینا ہے۔ مگر اسکا یا کسی دوسری مختصر سی جماعت کے حاوی ہو جانے کا کچھ رہا سہا امکان تھا بھی تو وہ تمام بالغین کو حق رائے عطا کرنے سے جاتا رہا۔ ان لوگوں پر تو جو ہندوستانی سیاست کی ترکیب سے کچھ بھی واقف ہیں اچھی طرح واضح ہوگا کہ پچھلے پچاس سال میں سیاسی رہنمائی صرف برہمنوں کے اجارے میں نہیں رہی ہے۔ وہ برہمن جو ملک کی سیاسی زندگی میں نمایاں ہوئے ہیں مثلاً مسٹر تلک، مسٹر گوکھلے اور مسٹر شاستری وہ انہی رہنمائی کی خوبیوں کی وجہ سے اثر اور حیثیت حاصل کر سکے ہیں جنکی وجہ سے غیر برہمن مثلاً مسٹر گاندھی، مسٹر سی۔ آر داس، لالہ لاجپت رائے اور مسٹر جناح ملک میں مقبول ہوئے ہیں۔ ہم گذشتہ زمانے کے بڑے رہنمایان کا بھی یہاں ذکر کر سکتے ہیں مثلاً دادابھائی نوروجی، فیروزشاہ مہتا، بدرالدین طیب جی، بھوپندر ناتھ باسو، کالی چرن بنرجی (جو عیسائی تھے) اور آر۔ سی دت۔

اصل رپورٹ میں ہم نے بہت تفصیل کے ساتھ ہندوستانی ریاستوں کے مسئلے پر اور مجوزہ دولت مشترکہ کے انکے تعلقات پر بحث کی ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہمارے متعلق بعض حلقوں میں کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ ہم اس غلط فہمی کو دور کرنیکی کوشش کریں گے اور ان اعتراضات کا جواب بھی دینگے جو ہم پر کئے گئے ہیں۔

رپورٹ میں ہم نے لارڈ ریڈنگ کے خط مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۲۶ء سے بہت سی عبارت نقل کی ہے۔ ہم نے یہ محض اسلئے کیا کہ حکومت برطانیہ اور ہندوستانی ریاستوں کے باہمی تعلقات کے نظریہ کی جدید ترین اور قابل وثوق سرکاری توضیح پیش کر دیں۔ اس خط میں جو دعوے کئے گئے تھے انکی صحت اور عدم صحت

ہم نے بحث نہیں کی بلکہ دراصل ہم نے تو یہ بھی اشارہ کردیا کہ اس خط پر اعتراض کیا گیا ہے اور اس سے بہت بے اطمینانی اور اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ اسلئے ہمارے متعلق یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم نے ان اصولوں کو صحیح تسلیم کرلیا ہے جو اس خط میں بیان کئے گئے ہیں۔

ہندوستان اور انگلستان میں جو کچھ اخبارات میں شایع ہوا ہے اس سے اور سر لسلی اسکاٹ کے اس خط سے جو "لا کوارٹرلی ریویو" میں چھپا ہے ہم یہ یقین کرنے پر مجبور ہوئے کہ دیسی ریاستوں کے والی اس نظریہ پر زور دیتے ہیں اور اسکو تسلیم کرانے کے لئے کوشاں ہیں کہ انکے تعلقات براہ راست تاج برطانیہ سے ہیں اور حکومت ہند صرف تاج کے نمایندے کی حیثیت سے کام کرتی رہی ہے۔ اسکے علاوہ یہ بھی کہ حکومت ہند کو ہمیشہ ایک ہی طرز پر رہنا چاہئے اور اگر اسکی نوعیت اور ترکیب میں کوئی فرق واقع ہو تو اسکا اثر لازماً ان تعلقات کے قیام پر بھی پڑے گا۔ ہمیں اس نظریے کی صحت میں کلام ہے اور ہم نے ان خطرناک نتائج و عواقب کیطرف بھی پرزور اشارہ کردیا ہے جو اسکے ساتھ لازم و ملزوم ہیں

ہماری رپورٹ کے شایع ہونے کے بعد یہ اعلان کیا گیا ہے کہ والیان ریاست اس سوال کو بٹلر کمیٹی کے سامنے نہیں اٹھائیگی۔ ہمیں اس فیصلہ سے بہت خوشی ہوئی اگرچہ ابھی تک والیان ریاست نے اس مسئلہ سے متعلق سر لسلی اسکاٹ کی رائے کی مستند طور پر تردید نہیں کی ہے۔

اپنی رپورٹ میں ہمنے والیان ریاست کی اس خواہش سے کہ انکی شکایتیں دور ہو جائیں ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ ان شکایتوں کے دور ہونے کے امکان اور انکے دور کرنیکے بہترین طریقے کے متعلق چھان بین اور باہمی مشورے کی ضرورت ہے۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ نے "کنٹمپواری ریویو" کے نومبر کے پرچے میں والیان ریاست کی موجودہ حالت سے بحث کی ہے۔ اس اسکیم کا ذکر کرتے ہوئے جو والیان ریاست نے مسٹر مانٹیگو کے سامنے پیش کی تھی وہ لکھتے ہیں:-

"ہم تین چیزیں چاہتے تھے۔ ایک ایوان والیان ریاست جسکے ذریعہ سے ریاستیں ایک متفقہ آواز بلند کرسکیں گی اور اسطرح برطانوی ہند کی معیت میں ان تدابیر مملکت کی ترتیب میں اور ان فیصلوں تک پہنچنے میں جو سارے ہندوستان سے

متعلق ہونگے پورا پورا حصہ لے سکیں گی، ایک مجلس مشاورت . . . . . جو محکمہ سیاسی سے ملحق ہو . . . . . اور آخری چیز ایک نظام ثالثی . . . . . ریاستوں اور حکومت ہند کے درمیان"۔

جہاں تک ثالثی کے مطالبہ کا تعلق ہے ہمنے خود اسکی سفارش اپنی رپورٹ میں کی ہے۔ ایوان والیان ریاست کے متعلق ظاہر ہے کہ برطانوی ہند کی سیاستیں اسکے نقائص اور کمزوریوں کے ذمہ دار نہیں ہیں اور نہ ہندوستانی مجالس قانون ساز کسی طرح ان تدابیر مملکت کے ذمہ دار ہیں جو ویسی ریاستوں سے متعلق اختیار کی جاتی ہیں یہ ذمہ داری سراسر حکومت ہند یا وزیر ہند کے سر ہے۔ مہاراجہ صاحب پٹیالہ شاکی ہیں کہ برطانوی ہند تمام ہندوستانکی سیاست عملی کا مالک ہے اور ریاستوں کو اس میں بالکل شریک نہیں کیا جاتا۔ یہ صحیح ہے۔ لیکن یہاں برطانوی ہند سے مراد صرف حکومت ہند اور وزیر ہند ہو سکتے ہیں نہ کہ ہندوستانی مجالس قانون ساز۔

ہمنے نہ تو اسکی تجویز کی ہے اور نہ چاہتے ہیں کہ جو ریاستوں کا ہے یا ایمانداری سے انکا ہونا چاہیے وہ ان کو نہ ملے۔ ہمارے مسودے کی دفعہ ۸۵ پر اس وجہ سے اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ تو انہی خرابیوں کو اور مستقل کر دیتی ہے۔ جنکے خلاف ریاستیں آج کل احتجاج کر رہی ہیں۔ ہم یہاں یہ بالکل صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم ریاستوں کے حقوق میں مطلق کسی قسم کی مداخلت نہیں چاہتے۔ ہم تو منصفانہ اور مساوی برتاؤ کی حمایت کرتے ہیں اور واقعہ تو یہ ہے کہ اصل رپورٹ میں ہم نے لکھدیا ہے کہ:۔

"مستقبل کی حکومت اپنے فرائض کو نہایت دیانتداری سے پورا کرے گی۔ یہ ہم آہنگی پیدا کرنے کی ہر طرح متمنی ہوگی اور چھینے حقوق یا جذبات کو ہرگز نظر انداز نہ کرنا چاہے گی"۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ دفعہ ۸۵ دولت مشترکہ کو ریاستوں پر فضیلت کا درجہ دیتی ہے

ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر دولت مشترکہ ان فرائض کو پورا کرے گی جو ریاستوں سے متعلق اس پر عاید ہوتے ہیں تو انصاف اس کا مقتضی ہے کہ وہ ان حقوق سے بھی مستفید ہو جو دستور کے رو سے اسے حاصل ہونگے۔ یہاں برتری اور کمتری کا کوئی سوال ہی نہیں۔

مہاراجہ صاحب بیکانیر نے یہ بھی فرمایا کہ دفعہ ۸۵ کے دوسرے حصے میں الفاظ "جو صلحناموں، عہدناموں، سندوں یا اسی قسم کے دستاویزات سے پیدا ہو" سے بعض مالی اور دوسرے معقول مسائل خارج ہو سکتے ہیں۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ سوال مصلحت کا ہے کہ مالی مسایل کو ایک عدالتی پنچایت کے سپرد کرنا چاہئے یا کسی دوسرے ایسے ذریعہ سے ان کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ جس پر دونوں فریق راضی ہوں۔ دوسرے معقول مسائل عدالت عالیہ کے سامنے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ اس طرح فیصل ہو سکتے ہیں۔ ہمیں اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ اگر اس طرح ان کا فیصلہ نہ ہو سکے تو ہم اسکے لئے بھی تیار ہیں کہ دوسرے ذرایع کی تفتیش میں اشتراک عمل کریں۔

آخر میں ہم یہ بھی یاد دلانا چاہتے ہیں کہ ہمنے اصل رپورٹ میں برطانوی ہند اور ریاستوں کی ایک متحدہ حکومت کے قیام کے امکان کا ذکر کیا ہے۔ ہم نے وہاں لکھا ہے کہ:-

"اگر ہندوستانی ریاستیں اتحادی تصور کے تمام نتائج کو اچھی طرح سمجھکر ایسے اتحاد میں شامل ہونے کو آمادہ ہیں تو ہم ان کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرینگے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے جو کچھ ہمارے بس میں ہوگا کرینگے"۔

ہم اس رائے پر قائم ہیں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ مہاراجہ پٹیالہ نے اپنے مضمون متذکرہ بالا میں لکھا ہے کہ والیان ریاست "پوری طور پر حکومت متحدہ کے ایسے تخیل کو قبول کرنے پر تیار ہیں جیسا یوروپین ایسوسیٹیشن آف انڈیا نے سائمن کمیشن کے سامنے پیش کیا ہے"۔ اگر واقعی سنجیدگی کے ساتھ حکومت متحدہ کے تخیل کو قبول کیا جارہا ہے تو ہم یہ عرض کرینگے کہ

والیان ریاست ان تجاویز پر بھی غور کریں تو مناسب ہے جو ہندوستانی سیاسئین نے پیش کی ہیں۔ ایک ہندوستانی حکومت متحدہ کے لئے۔ اگر واقعی وہ حقیقت کا جامہ پہنے۔ یہ لازمی ہوگا کہ وہ نہ صرف دولت مشترکہ اور ریاستوں کے باہمی تعلقات کی منصفانہ اور مساویانہ توضیح و تنظیم کرے۔ بلکہ ایک قوی مرکزی اختیار کی بھی بنیاد رکھے اور اسے چاہئے کہ بیک وقت وہ تمام اجزائے ترکیبی کو اپنی اپنی ترقی اور نشوونما کی پوری آزادی بھی دے۔

۵ر دسمبر ۱۹۲۸ء کو لارڈ اولیویر کی تجویز جو مباحثہ دارالامرا میں ہوا اسکا تلغرافی خلاصہ ہمیں اسوقت ملا جب یہ صفحات "پروف" کی حالت میں تھے۔ اسلئے ہم یہاں اس کا صرف مختصر طور پر ذکر کر سکتے ہیں۔ اب اس میں کسی شبہے کی گنجائش نہیں کہ جو رائے ہمنے اصل رپورٹ میں یا پچھلے صفحات میں ظاہر کی ہے وہ سراسر معقول اور مدلل ہے۔ اس مباحثے سے تین اہم نکتے واضح طور پر مترشح ہوتے ہیں۔ پہلا اور سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ:۔

حکومت بالادست کے حقوق اور فرائض جو نظام حیدرآباد کے نام کے مشہور خط میں بیان کئے گئے تھے "برطانوی وزارت کے نزدیک صحیح اور مسلم ہیں۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ والیان ریاست نے انگلستان اور ہندوستان میں جو اتنی کوششیں حال میں کیں ان سے انکا معاملہ کچھ بھی آگے نہ بڑھا اور ابھی وہ اسی جگہ پر ہیں جہاں اس "مشہور خط" کی اشاعت کے وقت تھے۔ ہمیں ان سے دلی ہمدردی ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ:۔

حکومت برطانیہ کا یہ ہرگز ارادہ نہیں ہے کہ "ریاستوں کو اس دستور کے بدلنے پر مجبور کرے جس سے وہ آج کل مستفید ہو رہے ہیں۔ یا کوئی دوسرا دستور ان کے سر ڈالے"۔ حقیقتاً مجبور کرنے یا دباؤ ڈالنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے اور نہ ہم نے کبھی اسکی تجویز کی تھی۔ لیکن یہ والیان ریاست کے سوچنے کی بات ہے کہ کیا وہ اس دستور پر قانع ہیں "جس سے وہ آج کل مستفید ہو رہے ہیں"۔ اور جو بجز اسکے کوئی نہیں جسکی توضیح "مشہور خط" میں کی گئی ہے۔ یہ ایک شرارت آمیز بیان ہے جسکی ہم نہایت

شدت سے تردید کرتے ہیں کہ کوئی ایسی اسکیم زیر غور ہے۔ جسکے ذریعہ سے والیان ریاست "مرکزی یا صوبے کی حکومتوں، کی مجالس قانون ساز کی ماتحتی میں" لائے جائینگے۔ ہمارے تو تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک جمہوری مجلس قانون ساز کسی ایسی جماعت کو جو اسکی کارروائیوں میں شریک ہونا منظور کرے کسطرح اپنا ماتحت بنا سکتے ہیں۔ تیسرا نکتہ لارڈ ریڈنگ کے پراز معنے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے۔ "مشہور خط" کے مصنف نے فرمایا کہ "والیان ریاست نے کبھی بھی حکومت ہند کی اس رائے سے اتفاق کرنے میں پس وپیش نہیں کیا ہے۔ جو کسی نہ کسی طرح ہندوستان کی حفاظت کرنے یا اسے مضبوط بنانے کے لئے ظاہر کی گئی ہو" ہماری رائے میں تو سادے لفظوں میں اسکے یہ معنے ہیں کہ ہندوستان موجودہ استبدادی حکومت کے استحکام کے لئے والیان ریاست کو استعمال کیا جائے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ والیان ریاست اس مباحثے کی روشنی میں اپنی حیثیت پر سنجیدگی سے غور کرینگے اور یہ فیصلہ کرینگے کہ آیا وہ ان حقوق یا فرائض کو جاری رکھنا چاہتے ہیں جنکی توضیح "مشہور خط" میں کیگئی تھی۔ یا دولت مشترکہ ہند کی باعزت رکنیت کو منظور کرنا چاہتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اس فیصلے میں دانائی سے کام لینگے۔

باب

اول - دوم - سوم

Chapters

1st

2nd

&

Third

Allahabad

Old B

Allahabad University

Old boys Association

Somerb Lane

پہلا باب

اضافہ شدہ کمیٹی

کمیٹی کی سفارشات میں بعض ترمیموں کے بعد لکھنؤ کانفرنس نے اپنی تیرہویں قرارداد کی رو سے دستور اساسی کو جس کا خاکہ اصلی رپورٹ میں پیش کیا گیا ہے اصولی حیثیت سے تسلیم کرلیا۔ اسی قرارداد کے الفاظ یہ بھی تھے کہ

"یہ کانفرنس نہرو کمیٹی کو از سرنو مقرر کرتی ہے اور اسے مزید اراکین شامل کرنے کا اختیار دیتی ہے تاکہ وہ کسی ایسے مسودہ نویس کا انتخاب کرے جو پارلیمنٹ سے تعلق رکھتا ہو اور اس کمیٹی کے تجویز کردہ دستور اساسی کو جیسا کہ کانفرنس نے اسے منظور کیا ہے تمام ایسی شرائط کے ساتھ جو قدرتاً اس سے مترتب ہوتی ہوں یا اس کے لئے مفید اور ضروری ثابت ہوں ایک مسودہ کی شکل میں ترتیب دے تاکہ اسے تمام سیاسی، تجارتی، مزدور اور ملک کی ایسی جماعتوں کے نمائندوں کی ایک مؤتمر میں پیش کیا جائے جو اس کانفرنس میں موجود ہیں یا کم از کم دو سال سے قائم ہیں بشرطیکہ اس کانفرنس کے فیصلوں یا طے کردہ باتوں کے خلاف اس میں کوئی ردّ و بدل کیا جائے اور نہ کسی بات کا اضافہ ہو۔

یہ کمیٹی مذکورہ بالا مؤتمر کے انعقاد کے لئے جو بھی اس کی تاریخ مقرر ہو حسب ضرورت تمام ذرائع اختیار کرے گی۔

مسودہ کی ترتیب میں رپورٹ کی پہلا اور دوسرا نقشہ کمیٹی کے زیر نظر رہیگا اور کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ ان میں جو تبدیلیاں مناسب سمجھے کرے۔"

کانفرنس کے اختتام کے بعد ہی کمیٹی کے چند ممبروں کا جو لکھنؤ میں موجود تھے ایک جلسہ ہوا اور کانگریس کی مجلس عامہ کے ممبروں سے مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے ڈاکٹر بیسنٹ، ڈاکٹر انصاری، پنڈت

مالویہ، لالہ لاجپت رائے، مولٰنا ابوالکلام آزاد، مسٹر جناح، مسٹر سی وجیا راگھو اچاریا اور مولانا عبدالقادر قصوری کو کمیٹی میں شامل کر لینے کا فیصلہ کیا۔ کمیٹی کے جو ممبر اس وقت اس بے ضابطہ جلسہ میں موجود ہوئے تھے ان کو اس انتخاب کی اطلاع ایک گشتی اعلان کے ذریعہ کر دی گئی تھی چنانچہ انہوں نے کمیٹی کے اس انتخاب کی تائید کی۔ مسٹر جناح کے علاوہ جو اس وقت ہندوستان میں موجود نہیں تھے تمام حضرات نے کمیٹی میں کام کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ البتہ مسٹر جناح یورپ سے واپس آئے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ ہمارے رفقا میں سے مسٹر جے، آر، پرادھن اور مسٹر ایم۔ این جوشی کمیٹی کے کسی جلسہ میں شریک نہیں ہو سکے ہمیں افسوس ہے کہ وقت کی قلت کی وجہ سے ہم اپنی رپورٹ کو ان کی تائید و تصدیق کے بغیر شائع کر رہے ہیں۔ یہ امر مجبوری ہے کہ اس رپورٹ پر ان کے دستخط نہیں ہیں۔

اضافہ شدہ کمیٹی کے ایک جلسہ میں جو ۲۶ ستمبر کو شملہ میں منعقد ہوا یہ طے پایا تھا کہ مؤتمر کا اجلاس ۲۷ دسمبر کو کلکتہ میں ہو تاکہ انڈین نیشنل کانگریس اور دوسری جماعتیں اپنے سالانہ اجلاس میں جو بالعموم کرسمس کے دنوں میں ہوا کرتا ہے مؤتمر کے فیصلوں پر غور کر سکیں۔ اس فیصلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا گیا تھا کہ اس وقفے میں کمیٹی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ کانفرنس کی حسب ہدایت کسی پارلیمنٹ کے مسودہ نویس کی معرفت کمیٹی کی سفارشات کو ایک قانونی مسودہ کی شکل میں ترتیب دلا سکے۔ یوں بھی مؤتمر کے فیصلوں سے قبل اس قسم کے مسودہ کا تیار کرنا کچھ پیش از وقت معلوم ہوتا تھا لہٰذا، اس خیال کو ترک کر دیا گیا اور مناسب یہ سمجھا گیا کہ لکھنؤ کانفرنس نے جن باتوں کو کمیٹی کے ذمے کر دیا ہے ان کے متعلق ایک ضمنی رپورٹ شائع کر دی جائے۔

۵ نومبر کو جب کمیٹی کا ایک اور جلسہ دہلی میں منعقد ہوا تو مؤتمر کی تاریخ انعقاد پر پھر غور کیا گیا اور یہ طے پایا کہ کوئی ایسی تاریخ مقرر کی جائے جو حتی الوسع کانگریس کے عام اجلاس سے پہلے ہو اور اس میں تمام جماعتوں کو سہولت بھی ہو۔ لہٰذا عارضی طور پر ۱۹ دسمبر کی تاریخ مقرر ہوئی لیکن مسٹر جناح کے ایک بیان کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اخبارات میں شائع ہوا تھا اور جس کا مطلب یہ تھا کہ مؤتمر کا انعقاد تمام جماعتوں کے سالانہ اجلاس کے بعد ہونا چاہئے۔ ایک سب کمیٹی جو صدر، ڈاکٹر انصاری، اور مولٰنا

ابو الکلام آزاد پر مشتمل تھی مقرر ہوئی تاکہ مسٹر جناح سے مشورہ کریں اور کمیٹی کے دوسرے ممبروں کو اطلاع دیں کہ مؤتمر کا اجلاس کانگریس سے قبل کیوں نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس سب کمیٹی نے لکھنؤ میں مسٹر جناح سے گفتگو کی لیکن بدقسمتی سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ مسٹر جناح چاہتے تھے کہ مؤتمر کا انعقاد تمام جماعتوں کے سالانہ اجلاس کے بعد ہو اس لئے کہ مسلم لیگ کے نمائندوں کو صرف اس وقت اختیار ہوگا کہ مؤتمر میں شریک ہو کر اس کے مباحث میں ذمہ داری کے ساتھ حصہ لیں۔ لیکن لیگ کی کونسل کے بہت سے ممبر جس کا اس وقت اجلاس ہو رہا تھا اس رائے سے متفق نہیں تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اس قسم کا اختیار دینے کیلئے خود کونسل کا وجود کافی ہے۔ بایں ہمہ مسٹر جناح اپنی رائے پر قائم رہے۔ غالباً دو ایک جماعتوں کے علاوہ اور کسی جماعت کی مجلس عامہ نے بھی جنہوں نے لکھنؤ کانفرنس کے لئے جسمیں نہایت اہم باتیں طے ہوئیں باضابطہ اپنے نمایندوں کا انتخاب کیا تھا ایسی کوئی وجہ پیش نہیں کی چنانچہ ڈاکٹر انصاری کی ایک اپیل کے مطابق انہوں نے مؤتمر میں اپنے نمایندوں کے بھیجنے کا فیصلہ کر لیا۔

ہماری رائے میں نمایندوں کو اختیار دیدینے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ پھر انہیں اپنی جماعتوں کی طرف سے باضابطہ منظوری لینے کی ضرورت نہ ہوگی لہذا اگر مؤتمر کا انعقاد تمام جماعتوں کے سالانہ اجلاس کے بعد ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مؤتمر کے فیصلوں کی ایک عرصہ تک تصدیق نہیں ہو سکے گی۔ یہ امر کچھ بہت زیادہ مستحسن نہ تھا لہذا کمیٹی نے مسٹر جناح کے اعتراض کو اس طرح رفع کرنے کی کوشش کی ہے کہ مؤتمر کا انعقاد ایسی تاریخوں میں عمل میں آئے جب ایک طرف مسلم لیگ اپنے سالانہ اجلاس میں ذمہ دار نمایندے منتخب کرلے اور دوسری طرف تمام دوسری جماعتوں کو اسبات کا پورا موقع ملے کہ وہ اپنے سالانہ جلسوں میں مؤتمر کے فیصلوں پر غور کر کے ان کے متعلق اپنی آخری رائے کا اظہار کر سکیں مسلم لیگ کی کونسل نے لکھنؤ میں یہ طے کیا تھا کہ لیگ کا اجلاس ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ دسمبر کو منعقد ہو۔ مؤتمر کا افتتاح ۲۲ دسمبر کو ہوگا اور اُس روز غالباً جناب صدر کی افتتاحی تقریر اور ضابطہ کی چند باتوں کے علاوہ اور کچھ نہ ہو سکے گا۔ ۲۳ اور ۲۴ دسمبر کے دن کم و بیش غیر متنازعہ فیہ امور کے لئے وقف ہیں۔ یہ بھی خیال

ہے کہ اِن مباحث کے دوران میں مختلف جماعتوں سے گفتگو کرنے کا بہت کافی موقع مل جائیگا اور اگر مؤتمر نے کچھ کمیٹیاں مقرر کیں کہ وہ امور زیر بحث کے متعلق اپنی رپورٹ پیش کریں تو اُن کے اجلاس کے لئے بھی کافی وقت ہوگا۔ لہٰذا ۲۵ اور ۲۶ دسمبر کو مؤتمر کا کوئی عام اجلاس نہیں ہوگا اور تمام جماعتوں کو اختیار ہوگا کہ ان دنوں میں دوسری جماعتوں سے مل کر یا الگ اپنے جلسے منعقد کریں۔ انڈین نیشنل کانگریس کی سبجکٹس کمیٹی کا اجلاس بھی ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ہی کو ہوگا اور ظاہر ہے کہ وہ ان قرار دادوں پر غور کریگی جو کانگریس میں پیش ہوں گی۔ مؤتمر کا دوسرا اجلاس ۲۷ دسمبر کو ہوگا اور ۲۸ دسمبر یا اگر ضرورت سمجھی گئی تو ۲۹ کی صبح تک بھی جاری رہے گا تاکہ فرقہ وارانہ اور دوسرے ایسے مسائل پر جنکو پہلے اجلاس میں اس موقعہ کے لئے مخصوص کر دیا ہو غور کر سکے۔ ۲۶ اور ۲۷ دسمبر کو مسلم لیگ کو اس امر کے لئے کافی وقت مل جائے گا کہ وہ اپنے ان نمائندوں کو جو مؤتمر کے آخری اجلاس میں شریک ہوں اس امر کا کافی اختیار دے سکے کہ وہ فرقہ وارانہ یا دوسرے ایسے مسائل پر جو اس وقت پیدا ہوں، ذمہ داری کے ساتھ بحث کر سکیں۔ کانگریس کا اجلاس ۲۹، ۳۰ اور ۳۱ دسمبر کو ہوگا اور اس وقت تک اس کے پاس تمام وہ مصالحہ جمع ہو جائیگا جسکی بنا پر وہ اپنا آخری فیصلہ صادر کر سکیگی۔ ہمارے خیال میں یہ تاریخیں تمام جماعتوں کے لئے موزوں رہیں گی۔ ہم نے اس معاملہ پر ہر طرح سے غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو راہ ہم نے اختیار کی ہے موجودہ حالات میں سب سے زیادہ مناسب ہے اسلئے کہ اس طرح تمام جماعتوں کے نمائندے نہ صرف باضابطہ طور پر آسانی کے ساتھ مؤتمر میں شریک ہو سکتے ہیں بلکہ ان کو اس امر کا موقع بھی مل جاتا ہے کہ اپنے سالانہ جلسوں میں مؤتمر کے فیصلوں پر پوری طرح سے غور کر لیں۔

ہم اس موقعہ پر ان تمام جماعتوں اور انجمنوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہماری تجاویز کی تائید کی ہے۔ ہماری اس ادنیٰ سی کوشش کی قدردانی نہایت ہی ہمت افزا ہے اور ہم اسے اپنی قوم کے اس عزم کی کہ وہ حکومت خود اختیاری کے علاوہ اور کسی چیز کو قبول نہیں کریگی کھلی ہوئی علامت سمجھتے ہیں۔

دوسرا باب

سفارشات کی ترمیمیں

(ل) فرقہ وارانہ پہلو

(۱) سب سے اہم سوال جس پر اصلی کمیٹی کی توجہ رہی اور جسے رپورٹ میں نہایت تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے یہ تھا کہ بنگال اور پنجاب میں مسلم اکثریتوں کے لئے نشستوں کو محفوظ کر دیا جائے۔ لیکن یہ امر نہایت اطمینان بخش ہے کہ پنجاب کے ہندو اور مسلمانوں نے لکھنؤ کانفرنس میں رپورٹ کی سفارشات کو قبول کر لیا اور جن دفعوں کا تعلق بنگال سے تھا انکو بنگال کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی طرف سے مسٹر اکرم خاں اور مسٹر سین گپتا نے باضابطہ طور پر تسلیم کر لیا۔ پنجاب کی مفاہمت لکھنؤ کانفرنس کی قرارداد نمبر ۶ میں جو رپورٹ کے تیسرے ایڈیشن کے صفحہ ۱۶۴ پر موجود ہے درج ہے۔ ہم صرف اسقدر ضرور سمجھتے ہیں کہ دفعہ ۳ الف (صفحہ ۱۲۳) میں ایک شرط کا اضافہ کر دیں جس کا مضمون یہ ہے:-

"لیکن فرقہ وارانہ نیابت کے مسئلے پر از سر نو غور کیا جائیگا بشرطیکہ دستور اساسی پر دس سال عمل کرنے کے بعد کسی جماعت نے اس کی ضرورت سمجھی"۔

یہ دیکھکر اطمینان ہوتا ہے کہ مسلم لیگ صوبہ پنجاب و بنگال اور پنجاب خلافت کمیٹی نے اپنے عام اجلاس میں اس مفاہمت کو منظور کر لیا ہے۔ لہذا مسلم اکثریتوں کی نشستوں کے تحفظ کے مسئلہ کو قطعی طور۔ سے طے سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ دونوں صوبوں کے مسلمانوں نے لکھنؤ کے فیصلے کو تسلیم کر لیا ہے۔ ہم اس بات سے بے خبر نہیں کہ پنجاب کی وہ جماعت جو قدیم مسلم لیگ سے الگ ہو گئی ہے اور ان صوبوں کے بعض اسلامی طبقے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں پنجاب کی ہندو مسلم مفاہمت کے خلاف ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ پر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ پنجاب کے تقریباً تمام بڑے بڑے شہروں میں بہت سے عام جلسے ہوئے اور ان میں ہزارہا مسلمانوں نے حصہ لیا مگر سب نے ہماری سفارشات کی تائید کی اور مخالفین

کی حمایت میں کہیں ایک جلسہ بھی نہیں ہوا۔ ہم بہت سی ایسی باتوں پر جو انہوں نے ہماری سفارشات کے خلاف کی ہیں بڑی خوشی کے ساتھ غور کرتے بشرطیکہ ہمیں یقین ہوتا کہ وہ خود بھی ان باتوں کو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ حضرات نہایت انقلابی قرارداد لیکر سائمن کمیشن کے پاس پہنچتے ہیں اور فرقہ وار انتخابات، مرکزی مجلس وضع قوانین میں جمہور کے نمایندوں کو کوئی اختیار نہ دینے اور صوبوں میں قانون اور امن و امان کے قیام کو محفوظ شعبے رکھنے پر مصر ہیں تو ہمارے خیال میں ہم ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ہم نے متناسب نمایندگی، حکومت کے مکمل فیڈرل نظام اور کامل صوبہ وارانہ آزادی کی حمایت کیوں نہیں کی۔ رہا ان مسلمانوں کا معاملہ جو بنگال اور پنجاب کے سوا دوسرے صوبوں میں آباد ہیں سو اُن کے متعلق ہماری رائے ہے کہ ان کے اعتراضات کسی طرح صحیح نہیں اس لئے کہ پنجاب اور بنگال کے مسلمانوں کا جو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ہماری سفارشات کے حامی ہیں اُن کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مسلمانانِ بنگال نے عام طور پر بنگال لیگ کا فیصلہ جس میں قرارداد لکھنؤ کو منظور کیا گیا ہے تسلیم کرلیا ہے۔ اس لئے کہ اس قرارداد کی مخالفت یا موافقت میں اس صوبہ میں کوئی جلسہ منعقد نہیں ہوا۔ لہٰذا ہماری گذارش یہ ہے کہ اکثریتوں کے لئے نشستوں کے تحفظ کے مسئلے پر جو تنازع جاری تھا اُسے اب ختم سمجھنا چاہیئے۔

(۲) ہم نے اقلیتوں کے لئے نشستوں کے مسئلہ پر بھی ۵ نومبر کو دہلی کے اجلاس میں غور کیا تھا اور مسلمانوں کی اس عام خواہش کے مطابق جس کا اظہار اخباروں اور مختلف جلسوں میں ہوچکا ہے ہم نے دفعہ ۴ میں یہ شرط اور بڑھادی ہے:۔

"لیکن اس زمانے کے اختتام پر اس مسئلہ پر بھی از سر نو غور کیا جائے گا بشرطیکہ کسی جماعت نے اس کی خواہش کی۔"

مسلمانوں کے بعض طبقوں کو اصلی رپورٹ کے خلاف ایک زبردست شکایت یہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کے اس پاسنگ (wheitage) کو قائم نہیں رکھا گیا ہے جو ان کو اسوقت ان صوبوں میں حاصل ہے جہاں انکی تعداد کم ہے۔ اس سفارش کے متعلق ہم نے اپنی دلائل نہایت

تفصیل کے ساتھ اصلی رپورٹ کے صفحات ۵۱ - ۵۳ پر بیان کر دیے گئے ہیں۔ ہم اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ قرار داد مدراس کانگریس کی رو سے بھی جسکو معترضین کا بہت بڑا حصہ تسلیم کرتا ہے یہ پاسنگ قائم نہیں رکھا گیا سوائے اسکے کہ کسی متفقہ مفاہمت پر جانبین کو یہ رعایت حاصل ہو جائے۔ قرار داد مدراس کے مطابق مسلمان اقلیتیں نہ صرف کسی پاسنگ کی حقدار ہونگی بلکہ انکو اپنی متناسب نشستوں کے علاوہ اور نشستوں کو حاصل کرنیکا بھی حق نہ ہوگا۔ اس قرارداد کی ماتحت انہیں جو فوائد حاصل ہوتے ہیں انسے محروم رکھنے کی بجائے ہم نے انہیں مزید حقوق دیئے ہیں جنکو اس مسئلے پر غور و خوض کرنے کے بعد ہمیں امید ہے کہ وہ قبول کرینگے۔

(۳) صوبہ بمبئی سے سندھ کی علیحدگی کا مسئلہ باہمی مفاہمت سے طے ہو گیا ہے جسے لکھنؤ کانفرنس نے قرارداد نمبر ۴ (صفحہ ۱۶۲) میں تسلیم کر لیا ہے۔ یہ فرقہ وارانہ منازعات کا ایک نہایت ہی افسوسناک پہلو ہے کہ مفاہمت لکھنؤ کے دو زبردست مخالف مولانا شوکت علی اور مولوی شفیع داؤدی مفاہمت سندھ پر دستخط کرنے کے باوجود آجتک اس امر کی تشریح نہیں کر سکے کہ اگر اب ان کے نزدیک اس سے "اسلام کا مفاد خطرے میں آجاتا ہے" تو انہوں نے اس پر دستخط کیوں کئے؟

لہذا ہم بغیر کسی تامل کے اس امر کی سفارش کرتے ہیں کہ اصلی رپورٹ کی دفعہ ۵ (ص ۱۲۴) کی بجائے مفاہمت لکھنؤ کو اختیار کر لیا جائے۔

(۴) غلطی سے لفظ "بلوچستان" دفعہ ۷ (صفحہ ۱۲۴) میں درج ہونیسے رہ گیا تھا۔ لکھنؤ کانفرنس کی بارہویں قرارداد کی رو سے (صفحہ ۱۶۴) اس فروگذاشت کو منظور کر لیا گیا تھا اور اب اس دفعہ کے الفاظ یہ ہوں گے:-

"شمالی مغربی سرحدی صوبہ، بلوچستان اور تمام وہ نئے صوبے جو دوسرے صوبوں سے جدا کر کے قائم ہوں ان میں ویسی ہی حکومت قائم ہوگی جیسی ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں"۔

(۵) لکھنؤ کانفرنس نے مسئلہ زبان کے متعلق بھی ہمیں ہدایت کر دی تھی کہ ہم اس بارے میں اپنی رپورٹ پیش کریں (قرارداد ۹ صفحہ ۱۶۵) ہم نے کانفرنس کی تجویز کو منظور کر لیا ہے اور اس امر کی سفارش

کرتے ہیں کہ اصلی سفارشات (صفحہ ۱۰۲) کی دفعہ ۴ (۵) کی جس کا تعلق اساسی حقوق سے ہے مندرجہ ذیل شرط کے ساتھ ترمیم کردیجائے:۔

"بشرطیکہ ریاست اس امر کا پورا اہتمام کرے کہ ابتدائی مدارس میں ان اقلیتوں کے بچوں کی لئے جنکی تعداد کافی ہو تعلیم عامہ کا پورا انتظام کرے اور اس کے لئے انہیں کی زبان اور وہ رسم الخط اختیار کرے جس کا انہیں رواج ہو"۔

تشریح:۔ "لیکن اس شرط کے باوجود ریاست کو یہ حق رہے گا کہ ان مدارس میں متحدہ حکومت کی زبان لازمی رہے"۔

لکھنؤ کانفرنس کی اسی قرارداد کی رُو سے ہم اس امر کی بھی سفارش کرتے ہیں کہ ہماری اصلی سفارشات میں دفعہ ۴ کے بعد "زبان" کے نئے عنوان سے ذیل کی نئی دفعہ بھی بڑھادیجائے (صفحہ ۱۰۳)

۴۔ الف (۱) حکومت متحدہ کی زبان ہندوستانی ہوگی خواہ اس کا رسم الخط ناگری ہو یا اُردو لیکن انگریزی زبان کے استعمال کی اجازت رہیگی۔

(۲) ہر صوبے کی سرکاری زبان وہی ہوگی جس کا اس صوبے میں رواج ہے لیکن ہندوستانی اور انگریزی کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

(۶) آخری مسئلہ جسکو فرقہ وارانہ حیثیت سے ہمارے ذمہ کیا گیا تھا دفعہ ۸۷ (صفحہ ۱۲۳) کی ترمیم ہے: ہمیں ہدایت کردیگئی تھی کہ ہم اس دفعہ کی ترمیم اس طرح کریں "کہ مرکزی مجلس وضع قوانین میں دستور اساسی کی ترمیم کے ساتھ اقلیتوں کے حقوق اور مفاد کی حفاظت ہوسکے"۔ قرارداد ۷، صفحہ ۱۶۵) ایک سب کمیٹی نے جس میں مسٹر چھاگلا، سر تیج بہادر سپرو اور پنڈت ہردے ناتھ کنزرو شامل تھے اس مسئلہ پر غور کیا اور یہ رپورٹ پیش کی کہ اگر تمام اراکین کے ۲/۳ حصہ کو بدلکر ۴/۵ حصہ کردیا جائے تو یہ ضرورت بھی پوری ہوجائے گی۔ ہم کو اس تجویز سے پورا اتفاق ہے اور ہماری رائے میں اس ترمیم کو منظور کرلینا چاہیئے۔

سطور بالا سے معلوم ہوجائیگا کہ جہاں تک ہوسکا ہم نے مسلمانوں کے مطالبات کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ صرف ایک بات جسپر ہمیں افسوس ہے کہ ہم ان سے متفق نہیں ہوسکتے مرکزی مجلس وضع

قوانین میں ان کے لیئے ایک تہائی نشستوں کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ اسی مسئلہ پر ہم نے اصلی رپورٹ (صفحہ ۶۷) آخری پیراگراف اور صفحہ ۷۰) میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات پیش نہیں کیگئی جس سے ہم اپنی رائے تبدیل کرلیتے۔ برخلاف اس کے ہمارا خیال ہے کہ مسلمانوں کے خطرات محض خیالی ہیں نہ کہ واقعی۔ ہم یہ کہنے کے لئے بھی تیار ہیں کہ ہماری سفارشات قرارداد مدراس سے بہتر ہیں اس لئے کہ اس کی رُو سے مرکزی مجلس وضع قوانین میں بھی وہی تناسب قائم رہتا جو صوبوں میں ہوتا۔ پنجاب اور بنگال کے لیئے ہم نے کوئی تناسب قائم نہیں کیا بلکہ ہم نے وہاں کے مسلمانوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ جتنی نشستوں کے لئے چاہیں مقابلہ کریں اور اس امر کا پورا امکان ہے کہ انکو مرکزی مجلس وضع قوانین میں اس سے کہیں زیادہ نشستیں ملجائیں گی جتنی کہ ان کو صحیح معنوں میں اپنے تناسب کے اعتبار سے ملنی چاہیئے۔

ہم نے اصلی رپورٹ کے صفحہ ۵۸ اور ۵۹ پر بنگال کے گزشتہ انتخابات ڈسٹرکٹ بورڈ کا ذکر کیا تھا اور اس کے متعلق ضمیمہ (ج) میں نہایت دلچسپ شمار و اعداد پیش کیئے تھے۔ اس وقت پنجاب کے متعلق ہم کو کوئی شمار و اعداد مل نہیں سکے لیکن ہمارا خیال تھا کہ وہاں بھی کچھ اسی قسم کا نتیجہ رہیگا۔ اب ہمارے پاس تمام تفصیلات موجود ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا خیال صحیح نکلا۔ چنانچہ اس رپورٹ کے ضمیمہ "الف" میں جو شمار و اعداد اس وقت ملے ہیں دیدیئے گئے ہیں۔ اُن کو دیکھتے ہی معلوم ہوجائیگا کہ وہ بنگال سے بھی زیادہ واضح ہیں باوجود اس کے کہ پنجاب کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے غیر مسلم رائے دہندگان تقریباً ۳۰۲۰۰۰ ہیں اور مسلمان رائے دہندگان ۲۶۸۰۰۰ مسلمانوں ممبروں نے ۸۱۵ نشستوں میں ۴۰۱ یعنی ۵۰ فی صدی سے کسیقدر زیادہ نشستیں حاصل کی ہیں۔ ۲۸ میں سے ۱۵ اضلاع میں مسلمان ممبروں کی تعداد ہندوؤں اور سکھوں دونوں سے زیادہ ہے۔ برخلاف اس کے ۹ ضلعوں میں کوئی بھی سکھ اور ۳ میں ہندو ممبر نہیں ہیں صرف ایک ضلع ہی جس میں کوئی بھی مسلمان ممبر منتخب نہیں ہوسکا۔ دو ضلعوں میں تمام منتخب ممبر مسلمان ہیں۔

جیسا کہ ہم اصلی رپورٹ میں عرض کرچکے ہیں نشستوں کے تحفظ کے مطالبہ سے ہماری تمام اسکیم

درہم وبرہم ہوجائے گی۔ لہذا ہم نہایت سختی سے اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں ہماری اُن سے درخواست ہے کہ فراخدلی سے کام لیکر ہماری سفارشات کو منظور کرلیں۔ یہ مسئلہ پنجاب اور بنگال میں پیدا ہی نہیں ہوا۔

اس باب کو ختم کرنے سے پیشتر ہم سکھوں کے اس طرز عمل پر اظہار افسوس کرتے ہیں جو انہوں نے اصلی رپورٹ اور لکھنؤ کی قراردادوں کے متعلق اختیار کیا ہے۔ رپورٹ کے صفحات ۶۹ اور ۷۰ پر ہم نے ان کے معاملہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اب پھر غور کیا ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں ان کی شکایت یہ ہے کہ مسلمان اقلیتوں کے لئے ایک خاص وقت تک نشستوں کو محفوظ نہ کیا جائے۔ لیکن اگر اس کی اجازت نہ دی جائے تو اس سے اُن کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ ملک کے ہر صوبے میں نشستوں کے تحفظ کے اصول کی سرے ہی سے مخالفت کرکے سچی قومیت اور جمہوریت کی مخالفت کررہے ہیں۔ ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہماری تمام سفارشات محض اصولی اعتبار سے بھی بجا ہیں۔ دنیا کا کوئی دستور اساسی بھی اس لحاظ سے قائم نہیں رہ سکتا۔ ہمارا دعویٰ صرف یہ ہے کہ ہم نے ایک ایسا دستور اساسی پیش کردیا ہے جو ملک کے تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قابل عمل معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم نشستوں کے عارضی تحفظ کو عملی ضروریات کی وجہ سے دور نہیں کرسکتے محض اسی لئے کہ وہ جمہوریت کے اعلیٰ ترین اصولوں کے منافی ہیں۔ البتہ صرف ایک معاملہ ہے جس میں ہمیں سکھوں کے ساتھ پوری ہمدردی ہے اور وہ اُن کی یہ تجویز ہے کہ پنجاب میں تناسب نمائندگی کا اجرا ہو۔ ہمارے رفیق سردار منگل سنگھ صاحب اس نظام کے جسپر ہم نے اصلی رپورٹ کے صفحات ۴۶-۴۷ میں تفصیل سے بحث کی ہے پورے حامی ہیں۔ ہم نے خود اُن اصولوں کی حمایت کی ہے لیکن عملی وجوہ کی بنا پر ہم نے اسکی سفارش سے احتراز کیا ہے۔ ہمیں بڑی مسرت ہوگی اگر مؤتمر کے اجلاس میں ان عملی دقتوں کا کوئی حل نکل آیا۔

باب سوم

سفارشات کی ترمیمیں

(ب) عام

اب ہم ان مسائل سے بحث کریں گے جو فرقہ وارانہ نہیں۔ اصل سفارشات میں بعض ترمیمیں تو لکھنو کانفرنس کر چکی تھی اور بعض کی تجاویز ہمارے سپرد کر دی گئی ہیں۔ پہلے ہم اول الذکر سے بحث کرینگے۔

۱۔ دفعہ ۳ شہری کی تعریف ـــ لکھنؤ کانفرنس کی قرارداد نمبر ۸ کے بموجب ہم نے اصل سفارشات کی دفعہ ۳ میں حسب ذیل ضمنی دفعہ کا مزید اضافہ کر کے ترمیم کر دی ہے:۔

"جو کسی ہندوستانی ریاست کا رعایا ہو مگر دولت مشترکہ میں بالعموم کاروبار کرتا ہو، یا سکونت پذیر ہو"

یہ رپورٹ مرتب کرتے وقت ہماری توجہ اصل دفعہ ۳ کی ضمنی دفعہ (الف) اور (ب) کے اعتراضات پر مبذول کرائی گئی کہ یہ ضمنی دفعہ برطانی رعایا کو جو انگلستان یا نوآبادیات سے آئے ہوں ایک شہری کے حقوق حاصل کرنے سے محروم رکھتی ہے درانحالیکہ ان ممالک غیر کے باشندوں کو جو ہندوستان کی دولت مشترکہ میں شامل کر لئے گئے ہیں یہ حق دیا گیا ہے۔ یہ اعتراض ہم کو معقول معلوم ہوتا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ کمیٹی کی کسی نشست میں بھی بحث میں نہیں آیا اسلئے ہمکو مندرجہ ذیل ضمنی دفعہ اور بڑھانے کی ضرورت کنونشن کے فیصلہ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔

"یا جو تاج برطانیہ کا رعایا ہو مگر دولت مشترکہ میں بالعموم کاروبار کرتا ہو یا سکونت پذیر ہو"۔

اگر یہ ترمیمات منظور ہو گئیں تو ضمنی دفعہ کو نئی ترتیب دی جائے گی اور دفعہ ۳ پھر اس طرح ہو جائے گی جس طرح باب چہارم میں شایع ہوئی ہے۔

۲- ہم نے دفعہ ۴ (دوم) کی ترمیم جو لکھنؤ کانفرنس نے طے کی تھی منظور کرلی ہے اور ان الفاظ کا اضافہ کردیا ہے کہ "ذاتی اور شخصی املاک پر وہ تمام حقوق جو قانوناً حاصل کیے گئے ہوں اور جو دولت مشترکہ ہند کے قیام کے وقت لوگوں کو حاصل ہوں ان کے تحفظ کی ضمانت کیجاتی ہے"۔

۳- ضمنی دفعہ ۴ (ہفدہم)۔ قرارداد نمبر ۱۱ کے بموجب ہم نے اس ضمنی دفعہ میں ان الفاظ کا اضافہ کردیا ہے" اور پارلیمنٹ ایسے قوانین بھی وضع کرے گی جس سے کاشتکاروں کے معقول لگان اور حقیقت آراضی کے استقلال اور تعین کی ضمانت ہوسکے"۔

۴- لکھنؤ کانفرنس نے اپنی قرارداد نمبر ۱۳ کے ذریعہ ہمکو ہدایت کی ہے کہ نقشہ ۱-۲ پر غور کریں اور جو ردوبدل ضروری معلوم ہو کردیں۔ ہمکو یہ ہدایت بعض ان ترمیموں کے باعث کیگئی تھی جنہیں چودھری افضال حق صاحب نے تجویز کیا تھا۔ ہمارے رفیق مولانا عبدالقادر قصوری نے ہم کہ ان ترمیمونکی غایت جنہیں چودھری افضال حق صاحب نے تجویز کیا تھا یہ تھی کہ یہ امر واضح ہوجائے کہ ان امور کی نگرانی کے قوانین وضع کرنا جو نقشہ ۱ کی مدات ۲۸، ۲۹ (الف)، ۲۹ (ب)، ۳۷ (۲) (ب) (ج)، اور ۳۸ میں درج ہیں۔ صحیح طور پر اس نقشہ کے ماتحت آتا ہے لیکن امور کا حقیقی نظم ونسق صوبجات کی حکومتوں کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔ اسلیے ہم نے مد ۲۸ "۲۹ (الف) اور (ب) میں لفظ نگرانی کے بعد الفاظ کے "متعلق قوانین" بڑھادیے ہیں۔ اور یہی الفاظ مد ۳۷ (الف) (ب) (ج) کے آخر میں بھی بڑھائے گئے ہیں۔ یہی وہ تمام ترمیمات تھیں جنہیں ہمارے رفیق مولانا عبدالقادر قصوری نقشہ ۱ میں ہونا ضروری سمجھتے تھے ہمنے انکی تجاویز مان لی ہیں۔ نقشہ ۲ میں کوئی ترمیم نہ تو لکھنؤ کانفرنس میں تجویز کی گئی اور نہ ہماری کسی نشست میں ہمارے سامنے پیش ہوئی۔

اب ہم ان ترمیموں کی جانب متوجہ ہوتے ہیں جن کے بارے میں لکھنؤ کانفرنس کی کوئی قرارداد نہیں لیکن وہ ان امور کے ماتحت آتے ہیں جو ہمکو غوروخوض اور رپورٹ کرنے کے لیے سپرد کیے گئے ہیں۔

۵ ہم دفعہ ۱۳ کے بعد مندرجہ ذیل جدید دفعہ کے اضافہ اور اسکا نمبر شمار ۱۳ (الف) قائم کرنے کی

تجویز کرتے ہیں:-

(الف) "اشد ضرورت پیدا ہونے کی صورت میں اور آپس میں صوبوں میں یا کسی صوبے اور کسی ریاست کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کی حالت میں مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ تمام ضروری اختیارات حتیٰ کہ صوبہ کی حکومتوں کے قانون۔ اُس کی مجلس عاملہ اور مجلس قانون ساز کو معطل اور منسوخ کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہوں گے۔

(ب) عدالت عالیہ کو اُن معاملات میں جن میں دولت مشترکہ یا پارلیمنٹ ضمن دفعہ مذکورہ بالا کے ماتحت عمل کرے اختیار سماعت حاصل نہ ہوگا۔"

اس دفعہ کی ضرورت تو بالکل واضح ہوگی کیونکہ اس قسم کا کچھ نہ کچھ ہم کو ہر منضبط قانون میں ملے گا۔ یہ دفعہ یقیناً مرکزی حکومت کو غیر معمولی اختیارات دیدیتی ہے لیکن کوئی مرکزی حکومت بغیر ان کے قائم نہیں رہ سکتی۔ لوگوں کے امن وامان کے لئے جو ضروری ہے وہ یہ ہی کہ یہ اختیارات صرف حکومت عاملہ کے ہاتھوں میں نہ ہوں بلکہ پارلیمنٹ کے اختیار میں ہوں۔ ہم نے اس کا خیال رکھا ہے کہ اختیار قایم رہے۔

(۶) اصل سفارشات کی دفعہ ۲۹ کے ماتحت ہر صوبہ کے گورنر کا تقرر بادشاہ کے اختیار میں تھا۔ اس مسئلہ پر کافی اختلاف رائے رہا ہے۔ ہم اس سے متفق ہیں کہ گورنر کا تقرر گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کرے اور اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ دفعہ ۲۹ میں "ملک معظم" اور ہر صوبہ میں ملک معظم کی نمایندگی کرے گا" کے بجائے "گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل" ترمیم کردئے جائیں۔ کمیٹی کے جلسوں میں اس پر بحث رہی کہ یہ اختیار گورنر جنرل کو ہونا چاہیئے یا گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کو۔ زیادہ تر مؤخرالذکر خیال کی حمایت کیگئی۔

(۷) دفعہ ۲۹ میں ترمیم ہوجانے کی وجہ سے اب دفعہ ۳۰ کی یہ صورت ہوگئی:-

"گورنر کی تنخواہیں پارلیمنٹ مقرر کرے گی اور جب تک مقرر نہوں حسب نقشہ ...... ہوں گی"۔

(۸) اصل سفارشات کی دفعہ ۷۵ میں چیف جسٹس اور ہائی کورٹ کے دوسرے ججوں کو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل صوبہ کی مجلس قانون ساز کی عرضداشت پر ہٹا سکتا تھا لکھنؤ کانفرنس میں زیادہ تر یہ رائے رہی کہ ان اختیارات کا استعمال گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل دونوں ایوانوں کی عرضداشت پر کیا کریں۔ قطع نظر اس سے کہ صوبہ کی مجلس قانون ساز کے اراکین کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مقامی اختلافات سے بالکل غیر متاثر رہیں گے۔ مشکل تو اُس وقت پیدا ہوگی اگر کہیں دو یا دو سے زیادہ صوبوں کے لئے ایک ہائی کورٹ ہوا۔ اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ "صوبہ کی مجلس قانون ساز" کے بجائے یہ الفاظ تبدیل کر دئے جائیں کہ "دونوں ایوان ایک ہی اجلاس میں اُن کی ناقابلیت یا ناجائز رویہ کی بنا پر اُن کے ہٹانے کی عرضداشت کریں"۔

(۹) بعض دفعات میں جو لفظی ترمیمیں کی گئی ہیں اُن کی تشریح کرنا ضروری نہیں۔ کنونشن کی سہولت کے لئے وہ تمام ترمیمات جو اصل رپورٹ کے باب ہفتم میں کیگئی ہیں ہم اس رپورٹ کے نقشہ میں دوبارہ درج کرتے ہیں اور جو ترمیمات کی گئی ہیں اُن کا فٹ نوٹ میں حوالہ دے دیا گیا ہے۔

بس یہی وہ تمام ترمیمیں ہیں جن کے لئے ہم سفارش کرتے ہیں۔ ہم نے لکھنؤ کانفرنس کی قرارداد نمبر ۱۴ پر غور کیا جو حسب ذیل ہے:-

"یہ کانفرنس اعلان کرتی ہے کہ مذکورہ بالا قراردادوں میں جو سمجھوتہ کیا گیا ہے وہ اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ نہرو رپورٹ میں جس اسکیم کا خاکہ پیش کیا گیا ہے اور جس کو اس کانفرنس نے منظور کر لیا ہے اس پر مجموعی حیثیت سے عملدر آمد ہوگا، اس لئے کہ اس کی مختلف دفعات ایک دوسرے پر موقوف ہیں اور تمام جماعتیں جو اس کانفرنس میں موجود ہیں وہ متفق ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اس کی کلی حیثیت پر قائم رہے گی اور کسی ایک حصہ کو بغیر دوسرے حصص کے کلی نفاذ کے قبول کرنے سے انکار کر دے گی۔

اس شرط کے ساتھ کہ اس اسکیم میں کوئی تبدیلی تمام جماعتوں کی منظوری اور رضامندی سے کی جاسکتی ہے۔"

یہ قرارداد مختلف جماعتوں میں ایک بہت اہم معاہدہ ہے لیکن ہمارا خیال ہے کہ دستور میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ یہ صرف دستور کے پاس اور منظور ہونے سے قبل کے ایام میں مفید اور اثر رکھنے والا ہے لیکن دستور کا کوئی جزو نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر کنونشن نے اس کی تصدیق کردی تو یہ بکار آمد ہو جائے گا۔

ہمارے رفیق مسٹر شعیب قریشی نے انگلستان جاتے وقت کمیٹی سے استعفا دیدیا۔

موتی لال نہرو

تیج بہادر سپرو

سید علی امام

مدن موہن مالویہ

اینی بسینٹ

ایم۔ آر۔ جیکار

ابوالکلام آزاد

منگل سنگھ

ایم ۔ ایس ۔ اینی

سوبھاش چندر بوس

وجیا راگھو چاریر

عبدالقادر قصوری

ضمیمہ

سفارشات

(ترمیم شدہ)

ہندوستان کی دستوری حیثیت

۱۔ قوموں کی اس برادری میں جسے سلطنت برطانیہ کہتے ہیں۔ ہندوستان کی دستوری حیثیت وہی ہوگی جو مملکت کینیڈا، دولت مشترکہ آسٹریلیا، مملکت نیوزیلینڈ، اتحاد جنوبی افریقہ یا دولت آزاد آئرلینڈ کو حاصل ہے۔ اس کی ایک پارلیمنٹ ہوگی۔ جو امن، انتظام ملکی اور ہندوستان میں اچھی حکومت کے قیام کے لئے قانون بنانے کی مجاز ہوگی۔ ایک جماعت عاملہ ہوگی۔ جو پارلیمنٹ کے روبرو جوابدہ ہوگی۔ اور یہ دولت مشترکہ ہندوستان کے نام سے موسوم و معروف ہوگی۔

دستور اور قوانین کا نفاذ

۲۔ یہ دستور اور تمام وہ قوانین جو دولت مشترکہ کی پارلیمنٹ اس کے ماتحت بنائے وہ تمام صوبوں اور دولت مشترکہ کے تمام حصوں کی عدالتوں اور لوگوں پر واجب التعمیل ہوں گے بلا لحاظ ہر اس شرط کے جو ہندوستان کی مرکزی، یا صوبہ وار مجالس قانون ساز کے بنائے ہوئے کسی قانون میں یا سلطنت متحدہ کی کسی ایسے قانون میں ہو جس کا عمل ہندوستان میں ہے۔ اور دولت مشترکہ کے قوانین ان سمندروں میں بھی نافذ ہوں گے۔ جن پر اس کی حکومت ہو۔

شہری کی تعریف

۳۔ اس دستور میں جہاں لفظ "شہری" استعمال ہوا ہے۔ وہاں اس سے مراد ہے ہر وہ شخص (الف) جو خود دولت مشترکہ کی حدود مملکت میں پیدا ہوا ہو۔ یا جس کا باپ ان حدود میں

ملا رپورٹ میں یہاں "جمیعت" تھا۔

پیدا ہوا ہو۔ یا اس نے حقوق قومیت حاصل کر لئے ہوں۔ اور جسے کسی دوسرے ملک کے شہری کی حیثیت سے حقوق قومی حاصل نہ ہوں۔

(ب[۱]) جو کسی ہندوستانی ریاست کا رعایا ہو مگر دولت مشترکہ میں بالعموم کاروبار کرتا ہو یا سکونت پذیر ہو۔

(ج[۲]) یا جو تاج برطانیہ کا رعایا ہو مگر دولت مشترکہ میں کاروبار کرتا ہو یا سکونت پذیر ہو۔

(د) جو قانون رائج الوقت کے ماتحت دولت مشترکہ میں حقوق قومی حاصل کرلے۔

توضیح:۔ کوئی شخص جو کسی دوسرے ملک کا شہری ہو۔ وہ اسوقت تک دولت مشترکہ کا شہری نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ طریقہ معینہ قانون سے وہ اس دوسرے ملک کے حقوق شہریت سے دست بردار ہو جائے۔

بنیادی حقوق

۴۔ (۱) حکومت کا سارا اقتدار اور وضع قوانین، تنفیذ اور عدالت کے تمام اختیارات قوم سے حاصل ہوئے ہیں اور دولت مشترکہ ہند میں ان پر ان نظاموں کے ذریعہ عمل درآمد ہوگا جو اس دستور کے رو سے یا اس کے ماتحت[۳] اسکے ارتقا کے دوران میں وجود میں آئیں۔

(۲) کسی شخص کو اس کی آزادی سے محروم نہ کیا جائے گا۔ نہ اسکی جائے سکونت یا املاک میں کوئی داخل ہو سکے گا۔ نہ انہیں قرق کر سکے گا۔ نہ ضبط۔ الا یہ کہ قانون کے تحت ہیں،[۴] ذاتی اور شخصی املاک پر وہ تمام حقوق جو قانوناً حاصل کئے گئے ہوں اور جو دولت مشترکہ ہند کے قیام کے وقت لوگوں کو حاصل

---

[۲] توسیع شدہ کمیٹی نے اِس دفعہ کے اضافہ کرنے کی کنونیشن سے سفارش کی ہے۔

[۳] یہاں پر لفظ "مطابق" تھا۔

[۴] اِس دفعہ کا لکھنؤ کانفرنس نے اضافہ کیا۔

ہوں انکے تحفظ کی ضمانت کی جاتی ہے۔

(۳) اس دستور کی رو سے ہر شخص کو ضمیر کی آزادی اور مذہب کے اقرار اور اسپر عمل کی آزادی حاصل ہوگی۔ بشرطیکہ اس سے امن عامہ یا اخلاق میں خلل نہ پڑے۔

(۴) اس دستور کی رو سے ہر شخص کو اظہار رائے کی آزادی، نیز پُرامن طریقہ سے اور بلا اسلحہ جمع ہونے اور انجمن یا اتحاد قائم کرنے کی آزادی حاصل ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ایسے اغراض کے لئے ہوں۔ جن سے امن عامہ یا اخلاق میں خلل نہ پڑے۔

(۵) دولت مشترکہ ہند کے تمام شہریوں کا بلا معاوضہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ اور جو تعلیم گاہیں ریاست کی طرف سے قائم ہوں گی یا اس سے مدد پاتی ہوں گی۔ ان میں داخلہ کے بارہ میں ذات یا مذہب کی کوئی تمیز نہ کی جائے گی۔ جونہی جماعت با اختیار مناسب انتظامات کرلے یہ حق نافذ ہو جائے گا۔ مزید براں ریاست ہند آبادی کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھنے والی اقلیت کے بچوں کو انہی کی زبان اور ان ہی کی زبان اور انہی کے مروجہ رسم الخط میں پرائمری مدارس میں عام تعلیم دینے کا کافی اہتمام کرے گی۔

توضیح: یہ دفعہ ان اسکولوں میں دولت مشترکہ کی زبان کی تعلیم لازمی کرنے میں حارج نہ ہوگی۔

(۶) قانون کے سامنے سب شہری برابر ہیں۔ اور سب مساوی مدنی حقوق رکھتے ہیں۔

(۷) کوئی تعزیری قانون (نہ اصول قانون نہ ضابطہ) ایسا نہ ہوگا جسمیں کسی قسم کا امتیاز روا رکھا جائے۔

(۸) کسی شخص کو ایسے فعل پر سزا نہ دی جائے گی۔ جو ارتکاب کے وقت قانون رائج کی رو سے قابل سزا نہ تھا۔

(۹) کوئی جسمانی سزا یا ایسی سزا جس میں سخت اذیت ہو قانوناً جائز نہ ہوگی۔

(۱۰) ہر شہری کو گرفتاری کی صورت میں تحقیقات عدالتی کے مطالبے کا حق حاصل ہوگا۔ جنگ

ع۱ لکھنؤ کانفرنس کی قرارداد ع۹ کی مطابقت میں توسیع شدہ کمیٹی نے یہ اضافہ کیا ہے۔

یا بغاوت کے زمانہ میں مرکزی مجلس قانون ساز اپنے کسی قانون سے اس حق کو کچھ عرصہ کے لئے روک سکتی ہے یا اگر مجلس قانون ساز کا اجلاس نہ ہو رہا ہو تو گورنر جنرل باجلاس کونسل ایسا کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ جلد سے جلد مناسب کارروائی کے لئے اس کی اطلاع جماعت قانون ساز کو دے گا۔

(۱۱) دولت مشترکہ ہند کا کوئی سرکاری مذہب نہ ہوگا۔ نہ دولت مشترکہ کے کسی صوبہ کا۔ اور نہ ریاست براہ راست یا بالواسطہ کسی مذہب کی مالی امداد کرے گی۔ نہ مذہبی عقیدہ یا مذہبی حیثیت کی وجہ سے کسی شخص کو ترجیح دے گی۔ نہ کسی کے استحقاق میں کمی کرے گی۔

(۱۲) کوئی شخص جو ایسے کسی مدرسہ میں تعلیم پاتا ہو جسے سرکاری مدد یا اور کسی عام فنڈ سے مدد ملتی ہو، اس مذہبی درس میں شریک ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا جو اس مدرسہ میں دیا جاتا ہو۔

(۱۳) سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے، مناصب اقتدار یا اعزاز پر متمکن ہونے اور کسی پیشہ یا کاروبار کرنے کے استحقاق میں کسی شخص کے مذہب یا ذات کی وجہ سے کوئی کمی نہ ہوگی۔

(۱۴) عام گذرگاہوں، کنووں، اور دوسری عام اجتماع کی جگہوں پر جانے اور انہیں استعمال کرنے کا حق ہر شہری کو برابر حاصل ہوگا۔

(۱۵) مزدوروں کی حالت اور معاشی حالات کے برقرار رکھنے اور ترقی دینے کے لئے ہر شخص اور ہر پیشہ کے لوگوں کو ملنے اور انجمن بنانے کی آزادی حاصل ہوگی تمام معاہدے اور کارروائیاں جن سے اس آزادی کے محدود ہونے یا رکنے کا احتمال ہو خلاف قانون سمجھی جائنگی۔

(۱۶) خدمت کے معاہدہ کو توڑنا یا اس کی ترغیب دینا فوجداری جرم نہ سمجھا جائے گا۔

(۱۷) صحت کو قائم رکھنے، تمام شہریوں کو کام کے لائق رکھنے، ہر کام کرنے والے کے لئے قوت لا یموت کی ضمانت کرنے، ماؤں کی حفاظت، بچوں کی بہبود، اور بڑھاپے، ضعف و توانائی اور بیکاری کے معاشی نتائج سے مامون کرنے کے لئے پارلیمنٹ مناسب قانون بنائے گی اور پارلیمنٹ

ؔ اس دفعہ کا لکھنؤ کانفرنس نے اضافہ کیا۔

ایسے قانون بھی وضع کرلے گی جس سے کاشتکاروں کے معقول لگان اور حقیت آراضی کے استقلال و تعین کی ضمانت ہو سکے۔

(۱۸) ہر شہری کو ان ضوابط کے مطابق جو اس باب میں بنائے جائیں اسلحہ رکھنے اور باندھنے کا حق ہوگا۔

(۱۹) مردوں اور عورتوں کو بہ حیثیت شہری مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔

نوٹ۔ بلا لحاظ دفعہ ۴ کی کسی تصریح کے جو اس کے خلاف پڑتی ہو سکھوں کو کرپان رکھنے کا حق ہوگا۔

زبان

۴ا۔ الف (۱) دولت مشترکہ کی زبان ہندوستانی ہوگی جو خواہ ناگری یا اردو رسم الخط میں لکھی جائے انگریزی زبان کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

(۲) صوبوں میں کسی صوبہ کی خاص زبان وہاں کی دفتری زبان ہوگی۔ ہندوستانی اور انگریزی کے استعمال کی اجازت ہوگی۔

پارلیمنٹ

۵۔ دولت مشترکہ قوت قانون ساز پارلیمنٹ ہوگی جو بادشاہ، اسینیٹ (Senate) اور دارالمندوبین House of Representative پر مشتمل ہوگی۔ اور جسے اس دستور میں صرف پارلیمنٹ کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

۶۔ گورنر جنرل کا تقرر بادشاہ کرے گا۔ اور دوران خوشنودی شاہی میں وہ دولت مشترکہ میں وہ اختیارات و وظائف شاہی رکھے گا۔ اور عمل میں لائے گا جو آن بدولت اسے تفویض فرمائیں۔

ہ۱ لکھنؤ کانفرنس کی سفارش پر اس دفعہ کا توسیع شدہ کمیٹی نے اضافہ کیا۔

۷۔(الف) ہندوستان کی سرکاری آمدنی سے بادشاہ کو گورنر جنرل کی تنخواہ کی مدمیں مبلغ .... سالانہ کی رقم دی جائے گی۔ اور یہ رقم منسلکہ نقشہ کے مطابق ہوگی تاآنکہ دولت مشترکہ کی پارلیمنٹ اسکے خلاف طے کردے۔

(ب) اگورنر جنرل کی تنخواہ ہیں اس کے دوران ملازمت میں تبدیلی نہ کی جائے گی۔

۸۔ سینیٹ ۲۰۰ اراکین پرشتمل ہوگا۔ جنھں صوبوں کی کونسلیں منتخب کریں گی۔ اور ایک کم سے کم تعداد کے تعین کے بعد ہر صوبہ کے لئے آبادی کی بنیاد پرنشستیں مقرر ہوں گی۔ انتخاب نمائندگی باعتبار تناسب کے طریقہ سے واحد انتقال پذیر رائے کے ذریعہ (Single Transferable Vote) عمل میں آئے گا (طریقہ ہیئر)

۹۔ دارالمندوبین ۵۰۰ اراکین پر مشتمل ہوگا۔ جن کا انتخاب ان حلقوں سے ہوگا جو قانون کی رو سے مقرر ہوں۔ دونوں صنفوں کے ہر فرد کو جس کی عمر ۲۱ سال ہوگئی ہو۔ اور جو قانوناً حق رائے دہندگی سے محروم نہ کردیا گیا ہو۔ رائے دینے کا حق حاصل ہوگا۔ اگر ضرورت ہوئی تو پارلیمنٹ وقتاً فوقتاً اراکین کی تعداد میں اضافہ کرنے کی مجاز ہوگی۔

۱۰۔(۱) ہر دارالمندوبین اپنے پہلے جلسے سے ۵ سال تک اور ہر سینیٹ ۷ سال تک قائم رہے گا۔ اس شرط کے ساتھ کہ

(الف) گورنر جنرل دونوں ایوانوں کو اس مدت کے اندر برخاست کر سکتا ہے۔

(ب) اگر گورنر جنرل خاص حالات میں مناسب سمجھے تو اس مدت میں توسیع کر سکتا ہے اور

(ج) کسی ایوان کے برخاست ہونے کے بعد گورنر جنرل اس ایوان کے آئندہ اجلاس کی تاریخ مقرر کرے گا۔ جو تاریخ برخاستگی سے زیادہ سے زیادہ چھ ماہ بعد ہوگی۔

(۲)[1] پارلیمنٹ کا اجلاس سال میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور منعقد ہوگا۔

(۳) گورنر جنرل دونوں ایوانوں کے اجلاس کے لئے جو وقت اور جگہ مناسب سمجھیگا مقرر کریگا

[1] توسیع شدہ کمیٹی نے اس دفعہ کا اضافہ کیا۔

اور وقتاً فوقتاً بذریعہ اطلاع نامہ یا کسی دوسری طرح بلا تعین مدت ان اجلاسوں کو ملتوی کر سکے گا۔

(۴) ہندوستانی مجالس قانون ساز کے دونوں ایوانوں کے کسی جلسہ کو وہ شخص ملتوی کر سکتا ہے جو صدارت کر رہا ہو۔

(۵) دونوں ایوانوں میں تمام مسائل کا فیصلہ حاضر اراکین کی کثرت رائے سے ہوگا جسمیں صدارت کرنیوالا رکن شامل نہ ہوگا۔ لیکن اس رکن کو رایوں کے برابر ہونے کی صورت میں ایک فیصلہ کن رائے کا حق ہوگا اور وہ اس حق کو استعمال بھی کرے گا۔

(۶) ہندوستانی مجالس قانون ساز کے دونوں ایوان باوجود اپنی کسی نشست کے خالی ہونے کے اپنے اختیارات کو عمل میں لا سکیں گے۔

۱۱- ہر ایوان پارلیمنٹ کا ایک صدر ہوگا جو اس ایوان کا رکن ہوگا اور جسے ایوان منتخب کریگا ہر ایوان کا ایک نائب صدر بھی ہوگا جو ایوان کا رکن ہوگا اس کا انتخاب بھی اسیطرح ایوان ہی کرے گا۔

۱۲- سینیٹ اور دار المندوبین اور ان کے اراکین کو جو رعائتیں، برتیں، اور اختیارات حاصل ہوں گے ان کا تعین وقتاً فوقتاً دولت مشترکہ کے قانون پارلیمنٹ کی رو سے ہو گا۔

۱۳- پارلیمنٹ کو اس دستور کی دفعات کے ماتحت اور انکی مطابقت میں حسب ذیل اغراض کے لئے قانون بنانے کا اختیار ہوگا۔

(الف) ان تمام معاملات کے بارہ میں جو اس دستور کی رو سے صوبوں کی مجالس قانون ساز کو تفویض نہیں کئے گئے ہیں۔ دولت مشترکہ کے امن، انتظام، اور اچھی حکومت کے لئے قانون بنانا۔

(ب) ہندوستان کے دوسرے حصوں نیز حدود ہند سے باہر دولت مشترکہ کی رعایا اور ملازموں کے لئے قانون بنانا۔

ط۱ توسیع شدہ کمیٹی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا۔

(ج) سرکاری عہدہ داروں، سپاہیوں، ہوابازوں، اور ملک معظم کی افواج کے ہمرکابوں کے لئے قانون بنانا۔ چاہے وہ کہیں بھی خدمت انجام دے رہے ہوں جس حد تک کہ وہ قانون فوج بری یا قانون فوج ہوائی کے ماتحت نہ ہوں۔

(د) ان سب لوگوں کے لئے قانون بنانا۔ جو شاہی ہندوستانی بحری سروس یا ہندوستانی جنگی بیڑہ میں ملازم ہوں، خدمت کر رہے ہوں، یا اس سے تعلق رکھتے ہوں۔

مزید تیقن کے لئے لیکن اس دفعہ کے مندرجہ بالا الفاظ کی عمومیت کو محدود کئے بغیر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ باوجود کسی ایسی چیز کے جو اس قانون میں ہو دولت مشترکہ کی پارلیمنٹ کا اختیار قانون سازی ان تمام معاملات پر حاوی ہے جو ان چیزوں کے متعلق ہوں جن کی تفصیل و تشریح نقشہ ۱ منسلکہ ہذا میں درج ہے۔

(۱۳- الف)، (۱) اشد ضرورت پیدا ہونے کی صورت میں اور آپس میں صوبوں میں یا کسی صوبے اور کسی ریاست کے درمیان اختلاف پیدا ہونے کی حالت میں مرکزی حکومت اور پارلیمنٹ تمام ضروری اور متعلقہ اختیارات حتےٰ کہ صوبہ کی حکومتوں کے قانون، اسکی مجلس عاملہ اور مجلس قانون ساز کو معطل اور منسوخ کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہونگے۔

(ب) عدالت عالیہ کو ان معاملات میں جن میں دولت مشترکہ یا پارلیمنٹ ضمن دفعہ مذکورہ بالا کے ماتحت عمل کرے اختیار سماعت حاصل نہ ہوگا۔

(۱۴) امور خارجہ میں، جس میں ہندوستانی ریاستوں کے معاملات شامل نہیں، پارلیمنٹ کو وہی اختیارات ہوں گے جو حکومت خود اختیاری رکھنے والی نوآبادیوں کو حاصل ہیں۔

(۱۵) اسکا انتظام کر دیا جائے کہ اس قانون کے ماتحت مجالس قانون ساز کے ایوانوں میں طریق کارروائی کو منضبط کرنے اور ان میں نظم قائم رکھنے کے لئے قواعد بنائے جاسکیں اور اس کے ملحقہ دفعہ توسیع شدہ کمیٹی نے اضافہ کیا ہے۔

لئے کہ صدر اور نائب صدر کی عدم موجودگی میں کوئی شخص دار المندوبین کی صدارت کرے ان قوانین میں یہ بھی تصریح ہو کہ کتنے اراکین کی موجودگی "کورم" کے لئے کافی ہوگی۔ اور ان معاملات پر سوالات یا بحث کرنے کی ممانعت کردی جائے۔ یا اسکے لئے ضابطہ مقرر کردیا جائے۔ جنکی تفصیل قواعد میں ہو۔

۱۶۔ (الف) جو مسودہ قانون دولت مشترکہ کی حکومت کے معمولی سالانہ خدمات کیلئے سرکاری آمدنی یا رقوم پر تصرف کے لئے پیش کیا جائے۔ اس میں صرف اس تصرف سے بحث ہوگی۔

(ب) جو مسودات قانون محاصل (ٹکس) لگانے کے متعلق ہوں ان میں صرف اس ٹکس کے لگانے سے بحث ہوگی۔ اور اس میں اگر کوئی دفعہ کسی دوسرے معاملہ کے متعلق ہوگی۔ تو وہ کالعدم سمجھی جائے گی۔

(ج) ایسے مسودات قانون جن سے قرض عامہ پر اثر پڑے۔ یا جن میں سرکاری آمدنی اور رقوم پر تصرف سے بحث ہو۔ یا محصول لگانے سے انہیں مجلس عاملہ ہی کا کوئی رکن پیش کرسکے گا اور ان کی ابتدا دار المندوبین ہی سے ہوسکے گی۔

۱۷۔ مسودہ قانون بابتہ رقوم زر (Money Bills) سے مراد وہ مسودہ ہے جس میں مندرجہ ذیل امور میں سے سب یا کسی پر بحث ہو۔ یعنی ٹیکس کا لگانا، منسوخ کرنا، واپس دینا، تبدیل کرنا، یا منضبط کرنا، سرکاری آمدنی اور رقوم پر کوئی بار ادائیگی قرض یا دوسری مالی اغراض سے ڈالنا یا اس میں تغیر کرنا، یا اسے منسوخ کرنا؛ سرکاری رقوم کی فراہمی، تصرف، رسید، امانت، اجرا، اور حسابات کی جانچ؛ قرض لینا یا اس کی ادائیگی؛ یا ان معاملات سے متعلق کوئی ذیلی امر یا امور، اس تعریف میں اصلاح "ٹکس" "سرکاری رقوم" اور "قرض" میں بالترتیب وہ ٹکس، رقم، یا قرض، شامل نہیں۔ جو مقامی جماعتیں، یا مقامی بااختیار لوگ حاصل کریں۔

۱۸۔ اس مسئلہ کا فیصلہ کہ کوئی مسودہ قانون مسودہ بابتہ رقوم زر ہے یا نہیں دار المندوبین کا صدر کرے گا۔

۱۹۔ جس مسودہ قانون بابتہ رقوم زر کو دار المندوبین منظور کرلے وہ سینیٹ کے پاس

اس کی سفارشات کے لئے بھیجا جائے گا۔ اور وہاں سے زیادہ سے زیادہ ۳۰ دن میں دارالمندوبین کو واپس کر دیا جائے گا۔ جو سینیٹ کی تمام یا کسی سفارش کو قبول یا رد کرنے کے بعد اسے منظور کریگا اور ایسے منظور شدہ مسودہ قانون کے متعلق سمجھا جاتے گا۔ کہ دونوں ایوانوں نے اسے منظور کر لیا ہے۔

۲۰ (الف) اس قانون کے شرائط کو مدنظر رکھکر کوئی مسودہ قانون پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں سے کسی میں اول بار پیش ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس ایوان میں منظور ہو جائے تو بغرض منظوری وہ دوسرے ایوانوں میں بھی پیش کیا جائے گا۔

(ب) سوائے اس صورت کے کہ اس قانون نے اسکے خلاف کوئی شرط مقرر کر دی ہو کوئی مسودہ قانون اس وقت تک پارلیمنٹ کی جانب سے منظور شدہ نہ سمجھا جائے گا جب تک دونوں ایوان اس پر متفق نہ ہو جایئں یا تو بلا ترمیم یا ایسی ترمیموں کے ساتھ جنہیں دونوں ایوان منظور کر لیں۔

(ج) اگر کوئی ایسا مسودہ قانون جسے دارالمندوبین نے منظور کر لیا ہے۔ اس ایوان میں منظوری کے ۶ مہینہ بعد تک سینیٹ میں بلا ترمیم یا ایسی ترمیمات کے ساتھ جسپر دونوں ایوان متفق ہوں منظور نہیں کیا گیا تو کسی ایوان میں اس مضمون کی قرارداد منظور ہونے پر گورنر جنرل اس معاملہ کو فیصلہ کے لئے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کے سامنے پیش کرے گا۔ اس مشترکہ اجلاس میں جو ارکین حاضر ہوں گے وہ ملکر اس مسودہ پر اس شکل میں غور کرینگے۔ اور ملکر اسپر رائے دیں گے۔ جس شکل میں یہ دارالمندوبین میں آخری مرتبہ پیش کیا گیا ہو گا۔ نیز اگر ایسی ترمیمیں ہوں جو اس مسودہ کے متعلق ایک ایوان پارلیمنٹ نے پیش کی ہوں لیکن جس سے دوسرا ایوان متفق نہ ہوا ہو تو انپر بھی غور کریں گے اور رائے دینگے اور ایسی جس ترمیم کے موافق سینیٹ اور دارالمندوبین کے اراکین شریک جلسہ کی اکثریت ہو گی اس کے متعلق سمجھا جائے گا کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اسے منظور کر لیا ہے۔

۲۱۔ (الف) جب کوئی مسودہ قانون دونوں ایوانوں میں منظور ہو جائے گا۔ یا دونوں ایوانوں میں منظور شدہ متصور ہو گا تو فوراً اسے گورنر جنرل کے سامنے اس غرض سے پیش کیا جائے گا کہ بادشاہ کی طرف سے اس کی منظوری دے۔ گورنر جنرل کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ منظوری دے یا نہ دے، یا اس مسودہ کو بادشاہ کے ایما کے لئے روک لے۔

(ب) کوئی مسودہ قانون جسے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے منظور کر لیا ہو اس وقت تک قانون نہیں بن سکے گا جب تک کہ گورنر جنرل بادشاہ کی طرف سے اسے منظور نہ کرے یا ان مسودات کے بارے میں جنھیں شاہی ایما کے لئے روک دیا گیا ہو گورنر جنرل دونوں ایوانوں کے سامنے تقریر یا پیام کے ذریعہ یا اعلان عام سے یہ ظاہر نہ کر دے کہ مسودہ کو ملک معظم بہ اجلاس کونسل نے منظور فرمایا۔ اس شرط کے ساتھ کہ جب کوئی مسودہ دونوں ایوانوں میں منظوری کے بعد گورنر جنرل کے پاس بغرض منظوری شاہی پیش کیا جائے یا کسی مسودہ کو گورنر جنرل نے بغرض دریافت ایماء شاہی روک لیا ہو تو گورنر جنرل کو اختیار ہو گا کہ مسودہ کو پارلیمنٹ کے پاس اس سفارش کے ساتھ واپس کر دے کہ پارلیمنٹ مسودہ میں ترمیمات پر از سر نو غور کرے۔

(ج) جو مسودہ اس طرح واپس کیا جائے گا اسپر پارلیمنٹ مع ان ترمیمات کے پھر غور کریگی۔ جن کی سفارش گورنر جنرل نے کی ہے۔ اور اگر پارلیمنٹ اسے مع یا بلا ترمیمات پھر منظور کرے تو یہ پھر گورنر جنرل کی خدمت میں اس غرض سے پیش کیا جائے گا کہ وہ بادشاہ کی طرف سے منظوری شاہی کا اظہار فرمائیں۔

دولت مشترکہ کی قوت عاملہ

۲۲۔ دولت مشترکہ کی قوت عاملہ کا حامل بادشاہ ہے۔ اور گورنر جنرل بحیثیت نمائندہ شاہی مجلس عاملہ کے مشورہ سے اور اس دستور اور دولت مشترکہ کے قوانین کے ماتحت اس قوت کو استعمال کر سکتا ہے۔

(ب) ہر رکن کا انتخاب اس حلقہ سے ہو گا جو قانون مقرر کرے۔ دونوں صنفوں کا ہر شخص جس کی عمر ۲۱ سال کی ہو چکی ہے۔ اور جو قانوناً رائے دینے سے محروم نہیں کیا گیا ہو رائے دے سکے گا۔

۳۲۔ ہر صوبہ کی مجلس قانون ساز اپنے پہلے اجلاس سے ۵ سال تک قائم رہیگی۔ ان شرائط کے ساتھ کہ

(الف) گورنر اسے اس سے پہلے منتشر کر سکتا ہے۔

(ب) اگر خاص حالات میں گورنر مناسب سمجھے تو ۵ سال کی اس مدت میں توسیع کر سکتا ہے۔

(ج) کونسل کے انتشار کے بعد گورنر اسکے دوسرے اجلاس کی تاریخ مقرر کرے گا۔ جو انتشار سے ۶ مہینے سے زیادہ بعید نہ ہو گی۔

(د) گورنر کونسل کے اجلاس کے لئے جو جگہ اور وقت مناسب سمجھے گا مقرر کرے گا اور وقتاً فوقتاً بلا تعین مدت کونسل کے اجلاس کو ملتوی بھی کر سکے گا۔

(ہ) کونسل کے کسی جلسہ کو اسکا صدر ملتوی کر سکتا ہے۔

(و) کونسل میں تمام مسائل کا فیصلہ اراکین حاضر جلسہ کی کثرت رائے سے ہو گا ان میں صدر شامل نہ ہو گا۔ لیکن جب رائیں برابر برابر ہوں تو اسے فیصلہ کن رائے کا حق ہو گا۔ اور یہ اُسے استعمال بھی کرنا ہو گا۔

(ز) باوجود کسی جگہ کے خالی ہونے کے کونسل اپنے اختیارات پر عمل پیرا ہو سکے گی۔

(ی) کونسل کا اجلاس سال میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور منعقد ہو گا۔

۳۳۔ ہر کونسل کا ایک صدر ہو گا جو اس کا رکن ہو گا اور جسے کونسل ہی منتخب کرے گی۔ ایک نائب صدر بھی ہو گا۔ یہ بھی کونسل کا رکن ہو گا۔ اور کونسل ہی اسے بھی منتخب کرے گی۔

۳۴۔ ہر صوبہ کی مقامی مجلس قانون ساز کو اس قانون کی دفعات کا پابند رہ کر یہ اختیار ہے کہ ان علاقوں میں جن پر صوبہ مشتمل ہے۔ امن قایم رکھنے اور اچھی حکومت کے لئے قانون بنائیں۔ صوبہ کی کونسل کا اختیار قانون سازی ان تمام معاملات پر حاوی ہے جنکی تفصیل و تصریح نقشہ ۲ منسلکہ ہذا میں درج ہے۔

۳۵۔ صوبہ کی مقامی کونسل اپنے صوبہ کے متعلق ہر اس قانون کو منسوخ یا اس میں ترمیم کر سکتی ہے جو کسی

۱؎ یہ دفعہ توسیع شدہ کمیٹی نے بڑھایا ہے۔

صوبہ وار معاملہ سے تعلق رکھتا ہو۔ خواہ برطانوی ہند کی کسی بااختیار جماعت نے اسے اس قانون دستور کے نافذ ہونے سے پہلے بنایا[1] ہو۔

۳۶۔ ہر وہ قانون جس سے صوبہ کی آمدنی سرکاری پر اثر پڑتا ہو یا اس آمدنی پر کوئی بار عائد ہوتا ہو۔ سے صرف گورنر کی مجلس عاملہ ہی کا کوئی رکن پیش کر سکتا ہے۔

۳۷۔ جب کوئی مسودہ قانون مقامی مجلس قانون ساز میں منظور ہو جائے تو گورنر اپنی منظوری یا نامنظوری کا اعلان کر سکتا ہے۔

۳۸۔ اگر گورنر کسی مسودے کو منظور نہ کرے تو یہ قانون نہیں بن سکتا۔

۳۹۔ اگر گورنر مسودہ کو منظور کرلے تو وہ اس کی ایک مصدقہ نقل گورنر جنرل کو بھیجے گا۔ اور یہ قانون اسوقت تک نافذ نہ ہوگا جب تک کہ گورنر جنرل اسے منظور نہ کرلے اور اپنی منظوری کی اطلاع گورنر کو نہ دیدے اور گورنر اُسے شائع نہ کردے۔

۴۰۔ جب گورنر جنرل کسی ایسے قانون کی منظوری نہ دینا چاہے تو وہ تحریر میں اس نامنظوری کے وجوہ سے گورنر کو مطلع کرے گا۔

۴۱۔ گورنر جنرل اگر کسی قانون کو منظور کر چکا ہو تو بھی ملک معظم باجلاس کونسل کے لئے یہ قانوناً جائز ہوگا کہ وہ اس قانون کو نامنظور فرما دیں۔

۴۲۔ جب کسی قانون کو اس طرح نامنظور کیا جائے تو گورنر فوراً اس کی نامنظوری کا اعلان کردے گا اور تاریخ اعلان سے یہ قانون کالعدم سمجھا جائے گا۔

صوبہ کی قوت عاملہ

۴۳۔ صوبہ کی قوت عاملہ کا حامل گورنر ہوگا جو صوبہ کی مجلس عاملہ کے مشورہ سے کام کرے گا۔

۴۴۔ ہر صوبہ کے لئے ایک مجلس عاملہ ہوگی جس میں زیادہ سے زیادہ ۵ وزراء ہوں گے۔

---

[1] الفاظ "یا بعد" توسیع شدہ کمیٹی نے حذف کر دیئے۔

جن کا تقرر گورنر کرے گا۔

۴۵۔ مجلس عاملہ کے تقرر میں گورنر وزیر خاص کا انتخاب کرے گا اور باقی وزرار کا تقرر اسی وزیر خاص کے مشورہ سے کرے گا۔

عدل

۴۶۔ ایک عدالت عالیہ ( ) جسکے اختیارات پارلیمنٹ طے کرے گی۔

یہ عدالت اعلیٰ ایک لارڈ پریسیڈنٹ اور اتنے اور ججوں پر مشتمل ہو گی جو پارلیمنٹ مقرر کرے۔

۴۷۔ دولت مشترکہ کا لارڈ پریسیڈنٹ اور دولت مشترکہ کی عدالت اعلیٰ کے تمام دوسرے جج جن کا تقرر قیام دولت مشترکہ کے بعد ہو گا۔ وہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کی طرف سے مقرر ہوں گے۔ انہیں وہ معاوضہ ملیگا جو پارلیمنٹ مقرر کرے۔ انکے دوران کارکردگی میں اس معاوضہ میں تبدیلی نہ کی جائے گی۔

۴۸۔ دولت مشترکہ کا لارڈ پریسیڈنٹ اور دولت مشترکہ کی عدالت عالیہ کے دوسرے جج اپنے عہدہ سے سوائے اس صورت کے نہیں ہٹائے جاسکیں گے کہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل انہیں اس وقت برخاست کردے کہ ایک ہی اجلاس میں پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کی طرف سے عرضداشت پیش ہو کہ بدچلنی یا نالائقی کی بنا پر ان میں سے کسی کو ہٹا دیا جائے۔

۴۹۔ عدالت عالیہ کو ان تمام معاملات میں ابتدائی اختیار ہو گا۔

(الف) جنہیں گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل دفعہ ۸۵ کے ماتحت عدالت عالیہ میں بھیجے۔

(ب) جنہیں دولت مشترکہ فریق ہو یا تفتیش یا مستغاث علیہ دولت مشترکہ کی طرف سے فریق ہو۔

(ج) جنہیں قنصلوں اور دیگر ممالک کے دوسرے نمایندوں سے واسطہ ہو۔

(د) جو صوبوں کے مابین ہو۔

(ہ) جو دستور اساسی سے پیدا ہوں یا جنہیں دستور کی تاویل و توضیح درکار ہو۔

ملہ یہاں پر لفظ "کمی" تھی۔

۵۰۔ عدالت عالیہ کو ان مستثنیات کے ساتھ اور ایسے ضوابط کے ماتحت جو پارلیمنٹ مقرر کرے ان تمام فیصلوں، ڈگریوں، احکام اور سزاؤں کے خلاف مرافعہ سننے اور فیصل کرنے کا اختیار ہوگا :۔

(الف) جو کسی جج یا ججوں نے عدالت عالیہ کے ابتدائی اختیارات کے سلسلہ

(ب) جو ہائی[1] کورٹ نے یا کسی ایسی دوسری عدالت نے صادر کئے ہوں۔ جس کا مرافعہ دولت مشترکہ کے قیام سے پہلے ملک معظم بہ اجلاس کونسل کے سامنے پیش ہونا چاہیئے تھا۔

۵۱۔ ان تمام معاملات میں عدالت عالیہ کا فیصلہ قطعی اور لازمی ہوگا اور اسپر کسی دوسری عدالت، ٹربیونل، یا صاحب اختیار کی طرف سے نظر ثانی نہ ہوگی نہ ہو سکیگی۔

ملک معظم بہ اجلاس کونسل کی خدمت میں مرافعہ

۵۳ (الف) دولت مشترکہ اور کسی صوبہ یا صوبوں کے مابین دستوری اختیارات کی حدود کے متعلق یا کسی دو یا دو سے زائد صوبوں کے مابین دستوری اختیارات کے متعلق جو سوالات کسی طرح بھی پیدا ہوں۔ ان کا جو فیصلہ عدالت عالیہ کرے گی اس کا مرافعہ ملک معظم بہ اجلاس کونسل کے سامنے پیش نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس صورت کے کہ عدالت عالیہ خود اس مسئلہ کے متعلق یہ تصدیق کر دے کہ اس کا فیصلہ ملک معظم بہ اجلاس کونسل ہی کو کرنا چاہیئے۔

(ب) اگر کسی خاص وجہ سے عدالت عالیہ مطمئن ہو کہ ایسا صداقت نامہ دیدینا چاہیئے تو وہ ایسا کر سکتی ہے اور اسکے بعد بلا مزید اجازت کے اس مسئلہ پر مرافعہ ملک معظم بہ اجلاس کونسل کی خدمت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(ج) پارلیمنٹ ایسے قوانین بنا سکتی ہے جن سے ان معاملات کو محدود کر دیا جائے جن میں اس قسم کی اجازت طلب کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ ان قوانین سے کسی ایسے حق میں نقصان نہ پیدا ہوتا ہو جو ملک معظم از روے شاہی اس لئے استعمال فرماتے ہوں کہ عدالت عالیہ سے ملک معظم بہ اجلاس کونسل کے سامنے مرافعہ پیش کرنے کی خاص اجازت مرحمت فرمائیں۔

---

[1] الفاظ "صوبہ کی کسی" توسیع شدہ کمیٹی نے حذف کر دیئے۔

ہائی کورٹ :- ہئیت ترکیبی

۵۳- اس قانون میں جن ہائی کورٹوں کا ذکر ہے ان سے مراد(۱) ہائی کورٹ عدالت ہیں جو فی الوقت برطانوی ہند میں قائم ہوں

۵۴- ہر ہائی کورٹ میں ایک چیف جسٹس ہوگا اور اتنے اور جج جتنے گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل مناسب سمجھکر مقرر کرے ان شرائط کے ساتھ کہ

(الف) گورنر جنرل باجلاس کونسل کسی شخص کو مطلوبہ مدت کے لئے کسی ہائیکورٹ کا ایڈیشنل (اضافی) جج مقرر کرسکتا ہے لیکن یہ مدت ۲ سال سے زیادہ نہیں ہوگی- اور جن ججوں کا تقرر اس طریق پر ہوگا انہیں اپنے دوران ججی میں وہ تمام اختیارات ہوں گے جو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کے مقرر کردہ ہائیکورٹ کے ججوں کو ہوتے ہیں-

(ب) کسی ہائی کورٹ کے ججوں کی زیادہ تعداد چیف جسٹس کو ملا کر ۲۰ ہوگی-

۵۵- ہائی کورٹ کے جج کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ کم سے کم دس سال تک کسی ہائی کورٹ میں وکالت کرچکا ہو لیکن لازم ہوگا کہ اس دفعہ سے ان ججوں کے برسرکار رہنے پر کوئی اثر نہ پڑیگا جو اس قانون کے وقت ان عہدوں پر مامور ہیں-

۵۶- (الف) ہائی کورٹ کا ہر جج اسوقت تک اپنے عہدہ پر مامور رہیگا جبتک وہ نیک چلن رہے

(ب) ہر ایسا جج اپنے عہدہ سے صوبہ کی حکومت کو استعفاء دیسکتا ہے-

۵۷- ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور دوسرے ججوں کو ان کے عہدہ سے صرف گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل ہٹا سکتا ہے- بشرطیکہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان ایک ہی اجلاس میں اونکی ناقابلیت یا ناجائز رویہ کی بنا پر ان کے ہٹانے کی عرضداشت کریں-

۵۸- (الف) گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل مشاہروں، بھتوں، رخصتوں، پنشنوں کا تعین کرسکتا اور انمیں تغیر کرسکتا ہے- لیکن اس قسم کے کسی تغیر سے کسی ایسے جج کے مشاہرہ پر اثر نہیں پڑ سکتا جس کا تقرر

(۱) یہاں الفاظ "صوبہ کی مجلس قانون ساز کی عرضداشت پر" تھے-

تغیر کی تاریخ سے پہلے ہو چکا ہو۔

(ب) اس دفعہ کے ماتحت کسی جج کا جو معاوضہ مقرر ہوگا وہ اسوقت شروع ہوگا جب وہ اپنے ذمہ اپنے عہدہ کے فرائض کی انجام وہی لیلے۔

۵۹۔(الف) اگر کسی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی جگہ خالی ہو جائے یا چیف جسٹس غیر حاضر ہو تو صوبہ کی حکومت اس ہائیکورٹ کے کسی جج کو اس عدالت میں چیف جسٹس کے فرائض کی انجام دہی کے لئے اسوقت تک کیلئے مقرر کر دیگی۔ جبتک گورنر جنرل چیف جسٹس کے عہدہ پر کسی شخص کا تقرر نہ کردے اور وہ اپنے عہدہ کے فرائض کو انجام نہ دینے لگے۔ یا چیف جسٹس غیر حاضری سے واپس نہ آجائے۔

(ب) اگر ہائی کورٹ کے کسی اور جج کی جگہ خالی ہو جائے۔ یا ایسا کوئی جج غیر حاضر ہو۔ یا کسی جج کو چیف جسٹس کا کام کرنے کے لئے مقرر کر دیا گیا ہو۔ تو صوبہ کی حکومت کسی ایسے شخص کو مقرر کر سکتی ہے جس میں وہ صفات موجود ہوں جو ہائی کورٹ میں تقرر کے لئے ضروری ہیں۔ ایسا شخص ہائی کورٹ میں اسوقت تک بیٹھیگا اور جج کے فرائض انجام دیگا جب تک کہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل عہدہ ججی پر کسی شخص کا تقرر نہ کر دے اور وہ اپنے عہدہ کے فرائض کو انجام نہ دینے لگے۔ یا غیر حاضر جج واپس نہ آجائے۔ یا صوبہ کی حکومت کو اس کی کوئی وجہ نہ ہو کہ وہ قائم مقام جج کے تقرر کو منسوخ کر دے۔

اختیار سماعت

۶۰۔(الف) مختلف ہائی کورٹ ریکارڈ کی عدالتیں ہونگی اور انہیں ایسے ابتدائی اور مرافعہ کا اختیار سماعت ہوگا۔ نیز ان جرائم کے متعلق جنکا ارتکاب سمندر پر عمل میں آئے۔ انہیں امارت بحری کے اختیارات ہوں گے۔ اور انتظام و انصرام عدل کے سلسلہ میں ان کو تمام وہ اقتدار اور اختیار ہوگا جو انہیں فرمان شاہی (Patent Letters) کے ذریعہ دیا جائے جسمیں عدالت کے محرروں اور دوسرے انتظامی عہدہ داروں کے تقرر کا اختیار بھی شامل ہوگا۔ اور اس لٹرس پیٹنٹ کے شرائط کے ماتحت انہیں وہ تمام اختیارات بھی حاصل ہوں گے جو ان عدالتوں کو اس قانون کے نفاذ کے

وقت حاصل تھے۔

(ب) جب فرمان شاہی سے کوئی ہائی کورٹ قائم ہو۔ یا اس کی وسعت اختیار سماعت کا تعین کیا جائے، یا اسے اختیار و اقتدار دیا جائے، اسمیں وقتاً فوقتاً دوسرے فرمان شاہی سے ترمیم ہو سکتی ہے

۶۱۔ ہر ہائی کورٹ ان تمام عدالتوں پر نگرانی کرے گا جو فی الوقت اس کے اختیار سماعت مرافعہ کے حلقہ میں واقع ہوں اور مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی کر سکتا ہے۔ یعنی۔

(۱) کیفیت طلب کر سکتا ہے۔

(۲) کسی مقدمہ یا مرافعہ کو کسی ایسی عدالت سے اپنے ہی یا اس سے برتر اختیارات والی عدالت میں منتقل کرنیکا حکم دیسکتا ہے۔

(۳) ان عدالتوں کی کارروائی کو منضبط کرنے کے لئے عام قواعد اور فارم معین کر کے جاری کر سکتا ہے۔

(۴) وہ فارم مقرر کر سکتا ہے جن میں ان عدالتوں کے عہدہ دار اپنی کتابیں، اندراجات اور حسابات رکھیں۔

(۵) ان فیسوں کا نقشہ طے کر سکتا ہے جو شریف، اٹارنی اور عدالت کے تمام محرروں اور عہدہ داروں کو دی جائیں۔

بشرطیکہ یہ قواعد فارم اور نقشے کسی قانون رائج الوقت کے دفعات کے منافی نہ ہوں۔ اور صوبہ کی حکومت سے پہلے ان کی منظوری لے لیجائے۔

۶۲ (الف) ہر ہائی کورٹ خود اپنے قواعد کے ذریعہ جسطرح وہ مناسب خیال کرے اپنے مفروضہ اختیارات ابتدائی اور اختیارات مرافعہ کو اپنے کسی ایک یا چند ججوں کے سپرد کر سکتا ہے

(ب) ہر ہائی کورٹ کا چیف جسٹس یہ بات طے کریگا کہ کون سا جج تنہا مقدمہ کی سماعت کرے گا۔ اور کن کن ججوں سے بشمول یا بلا شمول چیف جسٹس مختلف ڈویژن کورٹ مرتب ہوں گے۔

(۶۳) گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل مجاز ہوگا کہ اپنے حکم کے ذریعہ کسی مقام یا حلقہ کو ایک ہائیکورٹ

کے حلقہ اختیار سے کسی دوسرے ہائی کورٹ کے حلقہ اختیار میں منتقل کر دی اور وہ کسی ہائیکورٹ عدالت کو مجاز کر سکتا ہے کہ وہ اپنے تمام یا بعض اختیارات کو برطانوی ہند کے کسی ایسے حصہ میں بھی استعمال کرے جو اس علاقہ میں شامل نہیں جس کے لئے یہ ہائی کورٹ قائم کیا گیا تھا۔ اور اپنے اختیارات کو برطانوی رعایا کے کسی ایسے شخص کے متعلق بھی استعمال کرے جو ہندوستان کے کسی ایسے حصہ میں ہو جو حدود دولت مشترکہ سے باہر ہے۔

۶۴ (الف) گورنر جنرل ہر گورنر اور دولت مشترکہ یا صوبوں کی مجلس عاملہ کا ہر رکن کسی مشورہ یا حکم یا عمل کی وجہ سے جو انہوں نے اپنی پبلک حیثیت میں دیا یا کیا ہو کسی ہائی کورٹ کے ابتدائی مرافعہ یا نظر ثانی کے اختیارات کے تحت میں نہ ہوگا۔

(ب) یہ استثنا مختلف ہائی کورٹوں کے چیف جسٹس اور دوسرے ججوں کو بھی حاصل ہوگا۔

۶۵- گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل مجاز ہوگا کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو فرمان کے ذریعہ دولت مشترکہ کے کسی علاقہ میں ایک ہائی کورٹ قائم کر دے چاہے یہ علاقہ کسی دوسرے ہائیکورٹ کے حلقہ اختیار میں شامل ہو یا نہ ہو اور وہ مجاز ہوگا کہ کسی ایسے قائم شدہ ہائی کورٹ کو تمام وہ اقتدار و اختیار تفویض کر دے جو اس قانون کے نفاذ کے وقت کسی ہائی کورٹ کو حاصل تھے یا عطا کئے گئے تھے۔ اور جب کوئی ایسا ہائی کورٹ کسی ایسے علاقہ میں قائم ہو جو پہلے کسی دوسرے ہائی کورٹ کے حلقہ اختیار میں شامل تھا تو گورنر جنرل فرمان کے ذریعہ ان حدود کو تبدیل کر سکتا ہے اور اس تبدیلی کی وجہ سے جو ضمنی، ذیلی اور اضافی شرائط ضروری معلوم ہوں وہ بنا سکتا ہے

ایڈووکیٹ جنرل

۶۶- صوبہ کی حکومت ہر صوبہ کے لئے ایک ایڈووکیٹ جنرل مقرر کر سکتی ہے۔ اور جب ایڈووکیٹ جنرل کا عہدہ خالی ہو، یہ ایڈووکیٹ جنرل غیر حاضر ہو یا کسی سرکاری کام پر کہیں بھیجا گیا ہو۔ تو یہ کسی دوسرے شخص کو اس کی قائم مقامی کے لئے مقرر کر سکتی ہے۔ جو شخص اس طرح مقرر کیا جائے وہ اس وقت تک

ایڈوکیٹ جنرل کے اختیارات رکھے گا۔ جب تک کہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کسی دوسرے شخص کو اس عہدہ پر مقرر نہ کردے اور وہ اپنے فرائض کی انجام دہی شروع نہ کردے۔ یا جب تک ایڈوکیٹ جنرل غیر حاضری یا کام سے واپس نہ آجائے (ان میں سے جو صورت بھی ہو) یا جب تک کہ صوبہ کی حکومت مقامی تقرر کو منسوخ نہ کردے۔

ملکیت، آمد ملکی اور مالیات

۶۷۔ تمام حقوق ملکیت جو ملک معظم یا وزیر ہند بہ اجلاس کونسل کو قانون حکومت ہند ۱۸۵۸ء ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۹ء کی رو سے حاصل ہیں، یا جو اس املاک یا حقوق سے پیدا ہوتے ہیں جو ان کو حاصل ہیں وہ سب گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کو حاصل ہونگے۔

۶۸۔ ہندوستان کی تمام آمدنی گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کے سپرد ہوگی۔ اور وہ اُسے اس قانون کی شرائط کے ماتحت صرف دولت مشترکہ کے اغراض کے لئے استعمال کریگا۔

۶۹۔ اس قانون کے اندر اصطلاح "ہندوستانی آمدِ ملکی" میں برطانوی ہند کی تمام ملکی آمدنی اور دوسری آمدنی شامل ہے اور وہ آمدنی جو برطانوی ہند میں ہوتی ہے اور خصوصاً۔

(الف) کسی علاقہ کے متعلق تمام خراج اور دوسری رقمیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو یا اس کے نمائندوں کو اس صورت میں ملتیں کہ قانون حکومت ہند ۱۸۵۸ء نافذ نہ ہوا ہوتا۔

(ب) تمام جرمانے اور تاوان جو برطانوی ہند کی کسی عدالت کے فیصلہ یا حکم کی بنا پر وصول ہوں۔ اور منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کی ضبطیاں جو برطانوی ہند میں کسی جرم کی بنا پر عمل میں آئیں

(ج) برطانوی ہند میں تمام منقولہ و غیر منقولہ جائداد جو وارث یا جانشین نہ ہونے کی وجہ سے اور تمام جائداد جو کسی حقدار کے نہ ہونے کی وجہ سے بحق سرکار ضبط کرلی جائے۔

۷۰۔ پارلیمنٹ ریلوے اور بندرگاہ فنڈ قائم کرے گی جس میں وہ تمام آمدنی داخل ہوگی جو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کو ریلوے، ڈاک اور بندرگاہوں کے محکموں سے ہو۔ اور اس فنڈ

کو پارلیمنٹ ریلوے، ڈاک، اور بندرگاہوں کے کاموں کے لئے ان شرائط کے ساتھ اور اس طریقہ سے تصرف میں لائے گی جسے وہ خود متعین کرے۔ ایک مجموعی آمدنی کا فنڈ بھی ہوگا جس میں باقی تمام آمدنی داخل ہوگی جو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کو وصول ہوا اور اس فنڈ کو پارلیمنٹ دولت مشترک کے کاموں کے لئے اس طریقہ سے تصرف میں لائیگی جو اس قانون میں متعین کیا گیا ہے یا ان قواعد کی رو سے جو اس غرض کے لئے بنائے جائیں اور اس بار کے ماتحت جو ان قواعد سے عائد ہو۔

۷۱۔ صرف ہندوستان کی آمدملکی پر مندرجہ ذیل بار ہوں گے۔

(الف) ایسٹ انڈیا کمپنی کے تمام قرضے

(ب) تمام رقمیں، خرچے، مطالبات، اخراجات جو ان صلحناموں، معاہدوں، اقرارناموں معافیوں یا مالی ذمہ داریوں کی بابتہ جو اس قانون کے نفاذ کے وقت قائم تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان کی آمدملکی سے دینے ہوتے۔ اگر قانون حکومت ہند ۱۸۵۸ء و قانون حکومت ہند ۱۹۱۵ء مرممہ قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء نافذ نہ ہوتے۔

(ج) تمام اخراجات، قرضے اور مالی ذمہ واریاں جو حکومت ہند نے قانوناً اپنے ذمہ لی ہیں۔

(د) اس قانون کے ماتحت تمام اور مطالبات اور ادائیگیاں (سوائے ان کے جن کے لئے اس قانون میں کوئی دوسرا طریقہ تبلایا گیا ہے)

۷۲۔ (الف) دولت مشترکہ کے قیام سے جس قدر جلد بعد ممکن ہو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل ایک کمیشن مقرر کریگا جو ہر صوبہ کے ایک ایک نمائندہ اور دولت مشترکہ کے ...... نمائندوں پر مشتمل ہوگا۔ اور جس کی صدارت دولت مشترکہ کا ایک عہدہ دار کریگا۔ یہ کمیشن مندرجہ ذیل امور کی تحقیقات کرے گا۔

(۱) آمدنی کے کون کون سے ذرائع دولت مشترکہ کو، اور کون سے ذرائع صوبوں کی حکومت کو ان خدمات اور امور کے حسن انتظام اور ترقی کا لحاظ رکھتے ہوئے جو ان کے تحت میں ہیں تفویض

کئے جائیں۔

(۲) دولت مشترکہ اور صوبوں کی حکومت میں کیا مالی تعلقات ہوں۔

(۳) اور ان تعلقات کو قائم کرنے کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔

(ب) مذکورہ کمیشن ایک کمیٹی مقرر کرے گا، جو دولت مشترکہ کی بری، بحری اور ہوائی افواج کے لئے عہدہ داروں کی تعلیم اور فوجی تعلیم کے لئے مدرسوں اور کالجوں کی ضروری تعداد کے قیام کے متعلق تمام مسئلہ کی تحقیقات کریگا۔

(ج) یہ کمیشن کمیٹی کو رپوٹ دیگا۔ کہ ایسے مدرسوں اور کالجوں کی کتنی تعداد درکار ہے، انکے لئے کیا اسٹاف چاہئے ہوگا، وہ کہاں قائم کئے جائیں، اور ان میں سے ہر ایک میں جو تعلیم دیجائے اس کا معیار کیا ہو، اور ان مدرسوں اور کالجوں کے قیام کے ابتدائی مصارف اور ان کو قائم رکھنے کے خرچ کا تخمینہ کیا ہوگا۔

(د) مذکورہ کمیشن ایک کمیٹی اس غرض سے بھی مقرر کریگا کہ وہ تحقیقات کرکے رپورٹ دے کہ دولت مشترکہ میں عام ابتدائی تعلیم رائج کرنے کے لئے اور پس ماندہ گروہوں کو خاص تعلیمی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے کیا کیا کارروائی کرنی چاہئے۔

(ہ) اس کمیشن کو اختیار ہوگا کہ اپنی تحقیقات کے لئے جن اور کمیٹیوں کی ضرورت سمجھے، انہیں مقرر کرے۔

(و) مذکورہ کمیشن گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کو معاملات مندرجہ شق (۲ الف) پر رپورٹ دے گا اور اس امر کے بابتہ کہ معاملات مندرجہ شق (ب)، (ج)، (د) کے متعلق دولت مشترکہ اور صوبوں کی آمدنی پر کم سے کم کیا بار پڑنا چاہیئے، خاص سفارشات کرے گا۔

(ٹی) کمیشن مذکور دستور ہذا کے اصولوں کے مطابق اور ایسی کمیٹی یا کمیٹیوں کی مدد سے جن کا تقرر یہ مناسب سمجھے۔

(۲ الف) تمام ضروری کارروائی کرے تاکہ کرناٹک اور اندھرا علیحدہ صوبے بنادیئے جائیں[1]

[1] لکھنؤ کانفرنس نے اس دفعہ کا اضافہ کیا۔

(ب) مختلف صوبوں کے اوڑیہ بولنے والے علاقوں کو متحد کرنے اور اس متحدہ رقبہ کو علیحدہ صوبہ بنانے کی تدابیر اختیار کرے۔ اگر اس رقبہ کے باشندے اس مالی بار کو برداشت کرنے کے قابل یا اسے برداشت کرنے پر آمادہ ہوں جو علحدگی کا لازمی نتیجہ ہے۔

(ج) ہندوستانی۔سی۔پی۔کیرلا۔اور دوسرے لسانی رقبوں کے متعلق رپورٹ کرے جو علیحدہ صوبے بننے کی خواہش کرتے ہوں۔

(د) آسام اور بنگال، بہار اور اڑیسہ، ہندوستانی سی۔پی۔کیرلا اور کرناٹک کی حدود کو کمیٹی کے پیش کردہ اصولوں کے مطابق از سر نو متعین کرے۔

۷۳۔ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کمیشن کی کل رپورٹ کو مع اس کی سفارشات کے پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرے گا۔ تاکہ اس کی بابت مناسب قانون بنا دیا جائے یا جو کارروائی وہ مناسب سمجھے کرے۔

۷۴۔ اس تحقیقات کی تکمیل تک اور جب تک کہ پارلیمنٹ دفعہ ۸۵ کے ماتحت کوئی کارروائی نہ کرے۔ موجودہ ذرائع آمد ملکی اور موجودہ تعلقات مالی قائم اور برقرار رہیں گے۔

تحفظ ملکی

۷۵ (الف) گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل تحفظ ملکی کی ایک کمیٹی مقرر کرے گا جو مندرجہ ذیل

اشخاص پر مشتمل ہوگی۔

(۱) وزیر اعظم (۲) وزیر تحفظ ملکی (۳) وزیر امور خارجہ (۴) سپہ سالار اعلیٰ (کمانڈر ان چیف)

(۵) سپہ سالار افواج ہوائی (۶) امیر افواج بحری (۷) جنرل اسٹاف کا سردار اعلیٰ اور دو

اور ماہرین فن حرب۔

(ب) وزیر اعظم اس کمیٹی کا صدر ہوگا اور اس کمیٹی کے ساتھ ایک مستقل عملہ ہوگا جس میں

ایک معتمد (سکریٹری) بھی شامل ہوگا۔

(ج) اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ حکومت اور مختلف محکموں کو تحفظ ملکی کے مسائل کے

کے متعلق اور عام مسائل حکمت عملی کے متعلق مشورہ دے۔

(د) اس کمیٹی کے تقرر کے فوراً ہی بعد گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل اس سے مشورہ لیگا۔

کہ آیا تحفظ ہند پر اثر ڈالے بغیر تحفظ ملکی کے مصارف میں تخفیف ممکن ہے۔ اور اسکے کیا وسائل

و ذرایع ہیں۔ تخمینے اس کمیٹی کی سفارشات کے بموجب تیار کئے جائیں گے۔

۷۶۔ "تحفظ ملکی" کے تحت میں آمد ملکی اور رقموں کے تصرف کی بابتہ گورنر جنرل بہ اجلاس

کونسل کی تجاویز کو دارا ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ بین کی رائے کے لئے پیش کیا جائے گا۔

۷۷۔ بلا لحاظ اسکے کہ گذشتہ بالا دفعات میں کوئی چیز اس کے خلاف ہے ہندوستان

پر باہر سے کسی بری، بحری، یا ہوائی حملہ کی صورت میں یا اگر وہ مطمئن ہوجائے کہ اس قسم کے حملہ کا

معقول اندیشہ ہے۔ تو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل ایسے اخراجات کی اجازت دیسکتا ہی جو برطانوی

ہند یا اسکے کسی حصہ کے تحفظ کے لئے ضروری ہوں گورنر جنرل جب ایسی کوئی کارروائی کرے تو

اسکی اطلاع فوراً مجلس قانون ساز کو دیگا۔ اگر اسکا اجلاس ہو رہا ہو۔ ورنہ اگر اجلاس نہ ہوتا ہو تو

اسکی اطلاع ایک خاص اجلاس کو دے گا جو جسقدر جلد ممکن ہو بلایا جائے گا۔

۷۸۔ کوئی تجویز جس سے بری، بحری، یا ہوائی افواج کے نظم یا قیام پر اثر پڑتا ہو۔ سوقت

تک پارلیمنٹ میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ جب تک تحفظ ملکی کی وہ کمیٹی اسکی سفارش نہ کرے جو اس

دستور کے ماتحت مقرر کی گئی ہو۔

سول ملازمتیں

۷۹۔ اگلی دفعہ کی شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خدمات عامہ پر مامور، تمام عہدہ دار، دولت مشترکہ کے قیام کے ساتھ دولت مشترکہ کے عہدہ دار بن جائینگے۔

۸۰۔ دولت مشترکہ کے قیام کے جسقدر جلد بعد ہو سکے گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل ایک پبلک سروس کمیشن مقرر کرے گا، تاکہ وہ خدمات عامہ کے مختلف محکموں کی ضروری از سرنو ترتیب وتنظیم کے لئے سفارشات پیش کرے گا۔

۸۱۔ پارلیمنٹ ہندوستان میں سول ملازمتوں کی تقسیم، ان میں بھرتی کے طریقوں اور ذرایع، ان میں خدمت، تنخواہ، اور بھتوں کے شرائط، اور ڈسپلن اور چال چلن کے متعلق قانون بنائیگی، جن معاملات میں اور جس حد تک پارلیمنٹ مناسب سمجھے، وہ ان قوانین کے ماتحت قواعد بنانے کے حق کو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل یا صوبہ کی حکومتوں کو منتقل کر سکتی ہے۔

۸۲۔ (الف) دولت مشترکہ کے قیام کے بعد گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل ایک مستقل پبلک سروس کمیشن قائم کرے گا اور اسے سرکاری عہدہ داروں کی بھرتی، تقرر، ڈسپلن، علیحدگی اور پنشن دینے کے متعلق وہ اختیارات اور فرائض تفویض کئے جائینگے۔ جو پارلیمنٹ متعین کرے۔

(ب) مستقل پبلک سروس کمیشن کے اراکین تاریخ تقرر سے پانچ سال تک اپنے عہدہ پر فائز رہیں گے۔

۸۳۔ سرکاری ملازمتوں میں اگر کوئی عہدہ دار دولت مشترکہ کے قیام کے تین سال کے اندر اپنی ملازمت سے علیحدہ ہونا چاہے۔ یا دولت مشترکہ اسے اپنی ملازمت میں نہ رکھے تو اسے پنشن، بخشش وانعام یا دیگر معاوضوں کا ویسا ہی حق ہوگا۔ جیسے کہ اس قسم کے حالات میں اسوقت

ہوتا کہ دولت مشترکہ قائم نہ ہوئی ہوتی۔

فوجی ملازمتیں

۴۴۔ تمام عہدہ دار، برطانوی ہوں، یا ہندوستانی، جو ہندوستانی فوج، بیڑہ شاہی انڈین مرین، یا ہوائی افواج میں ملازم ہوں اور اس نئے دستور کے نفاذ کے وقت ہندوستان میں خدمت کر رہے ہوں، ان کے جملہ موجودہ حقوق بابتہ تنخواہ، بھتہ، پنشن برقرار رہینگے۔ یا اگر ان میں کسی میں نقصان ہوگا تو انہیں اسکی تلافی میں معاوضہ دیا جائے گا۔ جو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل قرین عدل و انصاف متصور کرے یا جو انہیں ایسے ہی حالات میں اسوقت ملتا کہ یہ دولت مشترکہ قائم نہ ہوتی۔

علاوہ بریں، تمام ان عہدہ داروں کو، برطانوی ہوں، یا ہندوستانی۔ جنھیں اس نئے دستور کے نفاذ کے وقت پنشن مل رہی تھی۔ وہی پنشن مالگذاری ہند سے ملتی رہے گی۔

ہندوستانی ریاستیں

۴۵۔ ہندوستانی ریاستوں کے معاملہ میں دولت مشترکہ کو تمام وہ حقوق حاصل ہونگے اور دولت مشترکہ تمام وہ ذمہ داریاں پوری کرے گی، جو عہدناموں اور کسی اور طریقہ سے پیدا ہوئی ہیں اور جو اب تک حکومت ہند کو حاصل تھے اور جو حکومت ہند پوری کرتی تھی۔

دولت مشترکہ اور کسی ہندوستانی ریاست میں اگر کسی ایسے معاملہ کے متعلق اختلاف ہو جو صلحناموں، عہدناموں، سندوں، یا اسی قسم کے دستاویزات سے پیدا ہوا ہو تو گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل متعلقہ ریاست کی رضامندی سے اس معاملہ کو فیصلہ کے لئے عدالت عالیہ کے سامنے بھیج دے گا۔

نئے صوبے

۸۶۔ صوبوں کی از سر نو تقسیم زبان کی بنیاد پر ہوگی۔ جب علاقہ کی آبادی کی اکثریت اسکا مطالبہ کرے۔ بشرطیکہ انتظامی اور مالی مصالح اجازت دیدیں۔

ترمیم دستور

۸۷۔ پارلیمنٹ قانون کے ذریعہ اس دستور کی کسی دفعہ کو منسوخ یا تبدیل کر سکتی ہے بشرطیکہ جو مسودہ قانون اس تنسیخ یا ترمیم کے لئے پیش کیا جائے وہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں منظور ہو۔ اور جب تیسری مرتبہ اسے پیش کیا جائے تو دونوں ایوانوں کے حاضر[عہ۱] اراکین کی کم سے کم ۴/۵[عہ۲] تعداد اسکے موافق ہو جو مسودہ قانون ایسے مشترکہ اجلاس میں منظور ہوگا۔ اسکے متعلق سمجھا جائیگا کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے منظور کیا ہے۔

فرقہ وارانہ اور دیگر متنازعہ فیہ امور کے متعلق ہماری سفارشیں مندرجہ ذیل ہیں۔

فرقہ وارانہ نیابت

۱۔ دار المندوبین اور صوبوں کی مجالس قانون ساز کے لئے مشترک مخلوط حلقہ ہائے انتخاب ہونگے۔

۲۔ دار المندوبین میں نشستوں کا کوئی تحفظ نہ ہوگا۔ سوائے مسلمانوں کے لئے اُن صوبوں میں جہاں وہ اقلیت میں ہیں۔ اور صوبہ سرحدی میں غیر مسلموں کیلئے۔ یہ نشستوں کا

عہ۱ یہاں لفظ کل تھا عہ۲ یہاں ۳/۴ تھا۔

تحفظ ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ٹھیک مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے اور صوبہ سرحدی میں غیر مسلم آبادی کے تناسب سے ہوگا۔ جہاں نشستیں محفوظ کی جائیں وہاں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اور مزید نشستوں کے لئے مقابلہ کرنے کا حق ہوگا۔

۳۔ صوبوں میں (الف) پنجاب اور بنگال میں کسی قوم کے لئے نشستوں کا تحفظ نہ ہوگا۔ لیکن سفارش کردہ تجویز پر دس سال تک عمل کرنے کے بعد اگر کوئی فرقہ خواہش کریگا تو فرقہ وارانہ نیابت کے سوال پر دوبارہ غور کیا جا سکیگا۔

(ب) پنجاب اور بنگال کے علاوہ دوسرے صوبوں میں مسلمان اقلیتوں کے لئے ان کی آبادی کے تناسب سے نشستیں محفوظ ہوں گی اور انہیں مزید نشستوں کے لئے مقابلہ کا حق ہوگا۔

(ج) صوبہ سرحدی میں غیر مسلموں کی نشستیں اسی طرح محفوظ ہوں گی۔ اور انہیں بھی مزید نشستوں کے لئے مقابلہ کا حق ہوگا۔

۴۔ جہاں کہیں نشستوں کے تحفظ کی اجازت ہوگی وہ دس سال کی مقررہ مدت کے لئے ہوگی لیکن اس مدت کے اختتام پر کسی فرقہ کی خواہش پر اس مسئلہ پر دوبارہ غور کیا جا سکیگا۔

صوبوں کی نئی تقسیم اور ان کا درجہ

حکومت کے قیام کے ساتھ ہی ساتھ سندھ بمبئی سے جدا کر دیا جائے گا اور ایک علحدہ صوبہ بنا دیا جائے گا۔ بشرطیکہ

نمبر ۱۔ یہ اضافہ لکھنؤ کانفرنس میں ہوا

نمبر ۲۔ توسیع شدہ کمیٹی نے یہ اضافہ کیا

نمبر ۳۔ یہ ترمیم لکھنؤ کانفرنس نے حسب ذیل دفعہ کے بجائے کی

"سندھ کو بمبئی سے علحدہ کر دیا جائے اور مالی کیفیت کے متعلق ضروری تحقیقات کے بعد اسے علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے"

(۱) تحقیقات کے بعد یہ معلوم ہو کہ

(الف) سندھ مالی اعتبار سے کافی بالذات ہے۔

(ب) یا جب یہ معلوم ہو کہ وہ مالی اعتبار سے کافی بالذات نہیں ہے تو علیحدگی کی تجویز اپنی مالی اور انتظامی حیثیتوں میں اہل سندھ کے سامنے پیش کی جائے اور باشندوں کی اکثریت اس تجویز کی موافقت کرے اور نئے انتظام کی مالی ذمہ داریوں کو برداشت کرنے پر آمادگی ظاہر کرے۔

۲۔ سندھ میں حکومت کی شکل وہی ہو جو اس دستور کے ماتحت دوسرے صوبوں میں ہوگی۔

۳۔ سندھ کی غیر مسلم اقلیت کو صوبہ کی اور مرکزی مجالس قانون ساز میں نیابت کے متعلق وہی رعائتیں حاصل ہوں گی جو مسلمان اقلیتوں کو اس دستور کے ماتحت ان صوبوں میں دی گئی ہیں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔

۴۔ صوبہ سرحدی اور بلوچستان میں اور تمام ان نئے صوبوں میں جو دوسرے صوبوں سے علیحدہ ہو کر بنائے جائیں گے۔ حکومت کی شکل وہی ہوگی۔ جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں ہو۔

نمبر ۱۔ کرناٹک کے متعلق دفعہ ۶ اس لئے حذف کر دیا کہ اسکا ذکر دفعہ ۲، ضمن ۶ میں کر دیا گیا ہے اس لئے دفعہ ۷، کو دفعہ ۶ کر دیا ہے

نمبر ۲۔ یہ اضافہ لکھنؤ کانفرنس نے کیا۔

نقشہ نمبر ۱

امور متعلقہ مرکزی حکومت

۱۔ دوسرے ممالک اور ہندوستان میں داخلی وخارجی تجارت اور ہندوستان میں تجارتی اور مالی اور پردیسی کارپریشنوں کا قیام۔

۲۔ محاصل۔ اُن محاصل کے علاوہ جو اس دستور میں صوبوں یا اُن کے حصوں کیلئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں لیکن بشمول مندرجہ ذیل۔

سائر، مالگذاری۔ آبکاری۔ انکم ٹیکس۔ سوپر ٹیکس۔ کارپوریشن کے نفع پر ٹیکس، افیون جس میں کاشت۔ افیون سازی۔ افیون فروشی کی نگرانی شامل ہیں۔ محاصل برآمد۔

۳۔ اشیائے برآمد کی پیداوار پر سرکاری امداد۔

۴۔ دولت مشترکہ کی جائداد۔ مال واملاک اور ساکھ پر قرض لینا۔ دولت مشترکہ کا قرضہ سرکاری۔

۵۔ رواج زر۔ سکہ سازی اور قانونی زر۔

۶۔ بنک کا کام۔ بیمہ۔ اور سیونگ بنک۔ بنکوں کی کمپنی بنانا اور زر کاغذی اور اسٹاک ایکسچنج کا جاری کرنا۔

۷۔ تبادلہ کے پرچے، چک، ہنڈیاں اور پرامیسری نوٹ۔

۸۔ جہاز سازی۔ اور جہاز رانی۔ اس میں ان داخلی آبی راہوں کے لئے جہاز سازی اور ان پر جہاز رانی بھی شامل ہے جن کی قومی اہمیت کا اعلان کر دیا جائے۔ بندرگاہ۔ بڑے ساحلی شہر، روشنی کے منارے، آکاس دیے، ہلکے جہاز اور لنگر نما۔

۹۔ ریلوے اور سڑکیں جو فوج اور تمام ہندوستان کے لئے اہمیت رکھتی ہوں۔

۱۰۔ ہوائی بیڑا اور اس سے متعلق معاملات۔

۱۱۔ ڈاک۔ تار۔ اور ٹیلیفون جس میں لاسلکی خبر رسانی اور اسکے مرکز قائم کرنا شامل ہیں۔

۱۲۔ تحفظ ہند اور تمام دیگر معاملات جن کا تعلق دولت مشترکہ کی بحری، بری۔ یا ہوائی افواج سے ہو۔ اس میں ملیشیا۔ ہندوستانی۔ بحری۔ سروس اور تمام دیگر افواج جو ہندستان میں بھرتی کی جائیں شامل ہیں۔ لیکن ایسی فوجی اور مسلح پولیس شامل نہیں ہے جسکا بار کفالت تمامتر صوبہ کی حکومت برداشت کرتی ہو۔ بحری اور عسکری تعمیرات اور چھاؤنیاں۔ فوجی، بحری۔ ہوائی تعلیم کے لئے اسکول اور کالج۔

۱۳۔ خارجی اور بیرونی تعلقات جس میں ہندوستان کی ریاستوں سے تعلقات اور سیاسی مطالبات بھی شامل ہیں۔ ملکی بنانا۔ سکونت مستقل کا تعین۔ غیر ملکیوں سے برطاؤ۔ راہداری کے پروانے۔ اور ہندوستان سے باہر حج اور زیارت۔

۱۴۔ ملک سے ہجرت اور ملک میں داخلہ۔

۱۵۔ بندرگاہ کے قرنطینے اور بحری ہسپتال۔

۱۶۔ دولت مشترکہ کی سرکاری ملازمتیں اور دولت مشترکہ کا پبلک سروس کمیشن۔

۱۷۔ دولت مشترکہ کا محکمہ محاسبی۔

۱۸۔ سپریم کورٹ آف انڈیا۔ اور ہائی کورٹ کے متعلق قانون سازی۔

۱۹۔ قانون دیوانی جس میں حیثیت۔ معاہدہ۔ ملکیت۔ مدنی حقوق اور ذمہ داریاں اور ضابطہ دیوانی شامل ہیں۔

۲۰۔ قانون فوجداری جس میں ضابطہ فوجداری اور قوانین اخراج شامل ہیں۔

۲۱۔ دیوالہ اور مفلسی۔

۲۲۔ نکاح۔ طلاق۔ اور معاملات نکاح۔ حق وراثت۔ نابالغوں کی سرپرستی اور ولایت ان کی حیثیت اور سن بلوغ۔

۲۳۔ حق تصنیف۔ اخبار اور کتابیں۔ ایجادوں۔ ڈیزائنوں اور تجارتی نشانوں کے پیٹنٹ۔

۲۴۔ دولت مشترکہ کی طرف سے اپنے یا دوسرے اغراض کے لئے حصول اراضی۔

۲۵۔ قانون رجسٹری دستاویزات۔

۲۶۔ قانون اندراج پیدائش۔ موت اور نکاح۔

۲۷۔ اعداد وشمار اور مردم شماری۔

۲۸۔ اسلحہ اور گولہ بارود کی نگرانی کے متعلق قانون۔

۲۹۔ (الف) مٹی کے تیل اور پھٹنے والی چیزوں کی نگرانی کے متعلق قانون۔

(ب) سمیات کی نگرانی کے متعلق قانون۔

۳۰۔ اوزان اور پیمانوں کے معیار۔

۳۱۔ ہندوستان کے سمندروں میں تین میل کی حد سے باہر ماہی گیری کے مقامات۔

۳۲۔ ہندوستان کی پیمایش۔ ارضیاتی سروے فلکیاتی اور موسمی مشاہدات۔

۳۳۔ پارلیمنٹ کے انتخابات

۳۴۔ دولت مشترکہ کی گورنمنٹ کا صدر مقام۔

۳۵۔ مختلف صوبوں کے باہمی معاملات

۳۶۔ قانون کارخانہ جات۔

۳۷۔ صنعتی امور۔

" (الف) مزدوروں کی بہبودی کے متعلق قانون۔

" (ب) پرا‌ویڈنٹ فنڈ کے متعلق قانون۔

" (ج) صنعتی بیمہ۔ صحت عامہ۔ اور حادثات کے متعلق قانون۔

۳۸۔ کانوں کی نگرانی کے متعلق قانون۔

مدات ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۷ اور ۳۸ میں الفاظ "کے متعلق قانون" کا اضافہ توسیع شدہ کمیٹی نے کیا ہے۔

۳۹۔ طبی اہلیتیں اور معیار۔

۴۰۔ دولت مشترکہ کے لئے ذخائر اور اسٹیشنری۔

۴۱۔ اشتہار اور خبر رسانی کا مرکزی محکمہ۔

۴۲۔ حیواناتی سروے نباتاتی سروے۔ آثار قدیمہ۔

۴۳۔ تحقیق علمی، صنعت اور پیشوں کی تعلیم اور مخصوص علوم کی ترقی کے لئے مرکزی ادارے۔ جن میں رصدگاہیں بھی شامل ہیں۔

۴۴۔ صوبوں کی درمیانی سرحدوں کے علاوہ حدود ملکی میں تغیرات اور ان کے متعلق قوانین کا اعلان۔

۴۵۔ دولت مشترکہ کی تمام املاک۔

۴۶۔ جنگلات کے متعلق قانون۔

۴۷۔ غیر عدالتی اسٹامپ کے متعلق قوانین۔

نقشہ نمبر ۲

امور متعلق حکومت صوبہ

۱۔ مالگزاری اراضی جس میں منتقلہ مالگزاری بھی شامل ہے۔ کوئی اور ٹیکس جو زمین یا زراعتی آمدنی پر عائد کئے جائیں۔ پانی کے مطالبات۔ سروے اور بندوبست۔ سرکاری زمین کا علیحدہ کرنا اور اسکو آباد کرنا اور سرکاری جائدادوں کا انتظام۔

۲۔ آبکاری یعنی شراب اور دیگر منشیات (ماسوائے افیون) کی تیاری، انتقال قبضہ خرید و فروخت پر نگرانی۔ اور ان اشیاء پر یا ان کی بابت آبکاری کے محاصل اور لائیسنس کی فیس کا عائد کرنا اور دیگر امتناعی محصول۔

۳۔ تمام مقامی محاصل مثلاً سائر زمین یا زمین کی قیمت پر سیس۔ عمارتوں پر ٹیکس گاڑیوں اور کشتیوں پر ٹیکس۔ جانوروں پر ٹیکس۔ چنگی، اور دیسی اشیا پر جو ایک مقامی حلقہ سے در آمد یا بر آمد ہوں، ٹرمنل ٹیکس۔ تجارتوں۔ پیشوں اور حرفوں پر ٹیکس۔ نجی منڈیوں پر ٹیکس۔ قمار بازی پر ٹیکس۔ مقامی حکومت کی خدمات کے عوض میں ٹیکس۔

۴۔ صوبہ کے اندر یا صوبہ کی طرف سے حصول اراضی۔

۵۔ جنگلات کا انتظام اور شکار کی حفاظت۔

۶۔ زراعت جس میں علمی تحقیقات کے ادارے۔ تجربہ اور مشاہدہ کے فارم شامل ہیں کیڑوں اور گزند پہنچانے والے جانوروں سے محافظت۔

۷۔ ماہی گیری کے مقامات جن میں دولت مشترکہ کے ایسے مقامات شامل نہیں ہیں۔

۸۔ پانی کی فراہمی۔ آبپاشی کی نہریں۔ بدروئیں اور پشتے۔ پانی کے ذخائر اور پانی کی قوت سوائے ان صورتوں کے جن میں کئی صوبوں کے درمیان کا معاملہ ہو یا ایک صوبہ اور کسی ریاست یا دوسرے علاقہ کے تعلقات پر اثر پڑتا ہو۔

۹۔ صوبہ کی تعمیرات عامہ۔ جس میں عمارتیں۔ سڑکیں۔ پُل۔ نہریں۔ سرنگیں۔ رسی کے راستے پل کے سروں کے راستے۔ ٹریموے۔ لائٹ اور فیڈر ریلوے۔ داخلی آبی راہیں۔ اور دیگر وسائل آمدورفت شامل ہیں سوائے۔

(الف) ایسی ریلوے سڑکوں اور داخلی آبی راہوں کے جو مرکزی حکومت کے تحت میں ہیں۔

(ب) تمام ایسے کام جو ایک صوبہ کی حدود سے باہر پھیلے ہوئے ہوں۔

(ج) ایسے کام جنہیں (باوجود اسکے کہ وہ بالکل صوبہ ہی میں واقع ہیں) پارلیمنٹ تمام ہندوستان کے لئے اہم قرار دیتے۔

۱۰۔ انجمن ہائے امداد باہمی۔

۱۱۔ معدنی ذرائع کی ترقی۔

۱۲۔ قحط زدوں کی امداد۔

۱۳۔ ہندوستان کے اندر جاترا و زیارت۔

۱۴۔ لوکل سلف گورنمنٹ جس میں میونسپل کارپوریشن۔ لوکل بورڈ۔ گاؤں کی پنچایت امپروومنٹ ٹرسٹ۔ آبادیوں کے نقشے بنانے والے بورڈ اور صوبہ کی دوسری مقامی باختیار جماعتیں شامل ہیں۔ ان کے لئے دستور بنانا۔ اور انہیں اختیارات دینا اور لوکل فنڈ کا محاسبہ۔

۱۵۔ طبی انتظامات جس میں ہسپتال۔ دواخانے استھان اور طبی تعلیم کا انتظام شامل ہے۔

۱۶۔ صحت عامہ اور صفائی اور اعداد پیدائش و اموات۔

۱۷۔ تعلیم جس میں یونیورسٹیاں اور صنعتی تعلیمگاہیں۔ صوبہ کے ایسے ادارے جن میں پیشہ اور صنعت کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اور صنعتی تعلمات کی ترقی سب شامل ہیں۔

۱۸۔ کورٹ آف وارڈس اور ایسی ریاستیں جن پر بار ہو یا قرق ہو چکی ہوں۔

۱۹۔ زمین کو ترقی دینے اور زیارت کے لئے قرضے۔

۲۰۔ حقیقت آراضی اور زمیندار، کاشتکار اور لگان کے قوانین۔

۲۱۔ اڈمنسٹریٹر جنرل اور سرکاری امنار جو مرکزی مجلس قانون ساز کے قانون کے ماتحت ہونگے۔

۲۲۔ صنعتوں کی ترقی جس میں تحقیق صنعتی بھی شامل ہے۔

۲۳۔ پولیس جس میں فوجی مسلح پولیس جس کی کفالت صوبہ کرتا ہے۔ اور ریلوے پولیس ان قوانین کے ماتحت شامل ہے جو پارلیمنٹ اسکے حدود اقتدار اور مصارف میں ریلوے کے حصہ رسد کے متعلق بنائے۔

۲۴۔ کھانے کی چیزوں اور دوسری اشیا میں میل۔

۲۵۔ (الف) گاڑیوں کی نگرانی۔ مگر موٹر گاڑیوں کے لائسنس کیلئے جو تمام ہندوستان میں تسلیم کئے جاسکیں مرکزی جماعت مقننہ کے قانون کی پابندی کیجائے گی۔

(ب) سینما اور ڈراما کے کھیلوں کی نگرانی۔

۲۶۔ جیلخانے۔ قیدی۔ اصلاح خانے اور آوارہ گردی۔

۲۷۔ پسماندہ قبائل اور اُن کی نئی بستیاں۔

۲۸۔ دفینے۔

۲۹۔ صوبے میں عدل و انصاف کا انتظام جس میں عدالت ہائے دیوانی و فوجداری کا نظام اور اُن کی کفالت شامل ہے۔

۳۰۔ صوبے کی جماعت قانون ساز کے انتخابات۔

۳۱۔ صوبے کے متعلق معاملات میں صوبہ کے کسی قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں جرمانہ۔ سزا۔ اور قید مقرر کرنے والے قانون بنانا۔

۳۲۔ صرف صوبہ کی ساکھ پر قرض لینا۔ مرکزی حکومت کی منظوری کے ماتحت صوبہ کے

واجب الاصول اور املاک

۳۳۔ موت۔ پیدائش اور نکاح کی رجسٹری کی متعلق قانون کا انصرام

۳۴۔ صوبے کی قانونی رپورٹیں

۳۵۔ چھوٹے بندرگاہ

۳۶۔ پبلک کتب خانہ سوائے کلکتہ کی امپیریل لائبریری کے عجائب گھر سوائے انڈین میوزیم امپیریل وار میوزیم اور کلکتہ کے وکٹوریہ میموریل، چڑیا خانے اور نباتاتی باغات اور انجمنوں کی رجسٹری۔

۳۷۔ مویشی خانے۔ اور مویشی کی وجہ سے پامالی کا سدباب۔

۳۸۔ محکمہ معالجہ حیوانات جس میں وٹنری ٹریننگ نسل مویشی کی بہتری اور جانوروں کے امراض کا سدباب شامل ہے۔

۳۹۔ کارخانے۔ مرکزی حکومت کے قوانین کے ماتحت

۴۰۔ مزدوروں کے جھگڑوں کا تصفیہ۔

۴۱۔ گیس اور بجلی۔

۴۲۔ بائیلر (Boilers)

۴۳۔ دھوئیں کی مضرت عام

۴۴۔ مزدوروں کے لئے مکانات

۴۵۔ اسباب موت کے تحقیق کنندہ

۴۶۔ صوبہ کے دفاتر اور اسٹیشنری

۴۷۔ صوبہ کی حکومت کا مطبع۔

۴۸۔ صوبہ کی ملازمتیں اور پراونشل سروس کمیشن

۴۹۔ صوبہ کی حکومت کا صدر مقام

۵۰۔ مرکزی حکومت کے قانون کے ماتحت انتخاب کی نگرانی۔

۵۱- فیس جس میں کورٹ فیس۔ وصیت ناموں پر رسوم۔ جائداد اور وراثت پر محصول شامل ہیں۔

۵۲- مرکزی مجلس کے قوانین کی ماتحت۔ پیداوار۔ رسد اور تقسیم دولت کی نگرانی۔

۵۳- مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت صنعتوں کو ترقی دینا۔

۵۴- مذہبی اور خیراتی اوقاف مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت۔

۵۵- قمار بازی اور شرط بازی کی نگرانی، مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت۔

۵۶- جانوروں پر ظلم کا سدباب، پرندوں اور جانوروں کی محافظت، مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت۔

۵۷- غیر عدالتی اسٹامپ مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت اور عدالتی اسٹامپ مجلس قانون ساز کے ان قوانین کے ماتحت جو ہائیکورٹ کے ان مقدموں اور عدالتی کارروائیوں کے متعلق کورٹ فیس کی بابت بنائے جائیں جو ان کے ابتدائی اختیار سماعت میں داخل ہوں۔

۵۸- مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت دستاویزوں کی رجسٹری۔

۵۹- اوزان اور پیمانے جن کے معیار کے متعلق مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کی پابندی کی جائے گی۔

۶۰- بمیات۔ اسلحہ اور گولہ بارود۔ پٹرولیم، اور پھٹنے والی چیزوں کی نگرانی۔ مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت۔

۶۱- اخباروں کی نگرانی مرکزی مجلس قانون ساز کے قوانین کے ماتحت

۶۲- طبی اور دیگر پیشوں کے قابلیت و معیار کی نگرانی مرکزی مجلس قانون ساز کے ماتحت۔

۶۳- لوکل فنڈ حساب کی جانچ۔

پنجاب کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے آخری انتخابات (نتائج)

نمبر شمار	نام ضلع	تعداد اراکین بنا بر آبادی			تعداد اراکین بنا بر فہرست رائے دہندگان			تعداد منتخب شدہ اراکین			میزان	بیشی	کمی
		مسلمان	سکھ	ہندو وغیرہ	مسلمان	سکھ	ہندو وغیرہ	مسلمان	سکھ	ہندو وغیرہ			
۱	حصار	۸٫۷	۲٫۱	۲۳٫۲	۷٫۳	۵٫۲	۲۱٫۴	۸	۳	۲۳	۳۴	٫۷	
۲	رہتک	۴٫۵		۲۹٫۵	۲		۳۲	۳		۳۱	۳۴	۱	
۳	گوڑگاؤں	۹٫۹		۲۲٫۱	۹٫۸	٫۲	۲۲	۱۲		۲۰	۳۲	۲٫۲	
۴	کرنال	۸٫۹	٫۵	۲۵٫۶	۶٫۷	٫۸	۲۷٫۵	۱۰	۳	۲۲	۳۵	۳٫۳	
۵	انبالہ	۵٫۷	۵٫۳	۱۸	۶٫۳	۵٫۹	۱۹٫۸	۴	۱۵	۱۳	۳۲		۱٫۷
۶	کانگڑہ	۱٫۶	٫۱	۳۲٫۳	٫۵		۳۳٫۵			۳۴	۳۴	۰	٫۵
۷	ہوشیارپور	۱۱٫۳	۵٫۴	۲۰٫۳	۱۰٫۴	۷٫۵	۱۹٫۱	۱۴	۹	۱۴	۳۷	۳٫۶	
۸	جالندھر	۱۴٫۶	۹٫۵	۹٫۹	۱۰٫۲	۱۹٫۱	۴٫۷	۱۱	۱۹	۴	۳۴	٫۸	
۹	لدھیانہ	۹	۱۴٫۲	۶٫۸	۴٫۸	۲۳٫۹	۱٫۳	۷	۲۱	۱	۲۹	۲٫۲	
۱۰	فیروزپور	۱۶٫۶	۱۱	۹٫۵	۷٫۴	۲۱٫۲	۸٫۴	۱۱	۲۰	۶	۳۷	۳٫۶	
۱۱	لاہور	۲۷٫۳	۴٫۷	۳٫۸	۱۰٫۶	۲۳	۲٫۴	[illegible]	۱۴	۳	۳۶	۶٫۴	
۱۲	امرتسر	۱۳٫۷	۱۰٫۵	۵٫۸	۴٫۸	۱۷٫۹	۷٫۳	۴	۲۴	۲	۳۰		۳٫۶
۱۳	گورداسپور	۱۶٫۶	۶٫۲	۱۲٫۲	۱۱٫۸	۱۳٫۹	۱۰٫۳	۹	۱۰	۱۷	۳۶		۱۱٫۲
۱۴	سیالکوٹ	۱۹٫۱	۳٫۱	۹٫۹	۱۵٫۸	۶٫۱	۱۰٫۲	۱۷	۹	۶	۳۲	۱٫۲	
۱۵	گوجرانوالہ	۱۲٫۸	۲٫۵	۵٫۷	۱۶٫۳	۶٫۴	۶٫۳	۱۹	۸	۳	۳۰	۲٫۷	
۱۶	شیخوپورہ	۱۵٫۳	۳٫۶	۴٫۷	۱۲٫۷	۹٫۵	۸٫۱	۱۷	۵	۲	۲۴	۴٫۳	
۱۷	گجرات	۳۱٫۶	۲٫۲	۲٫۲	۳۴٫۱	٫۸	۱٫۱	۳۶			۳۶	۱٫۹	
۱۸	شاہپور	۲۴	۱٫۱	۲٫۹	۲۱٫۹	۲٫۳	۳٫۳	۲۵	۳		۲۸	۳٫۱	
۱۹	جہلم	۲۱٫۸	٫۹	۱٫۳	۲۱٫۵	۱	۱٫۵	۲۳	۱		۲۴	۱٫۵	
۲۰	راولپنڈی	۲۱٫۸	۱٫۱	۱٫۱	۲۱٫۵	۱٫۵	۱	۲۲	۱	۱	۲۴	٫۵	
۲۱	اٹک	۱۳٫۱	٫۴	٫۵	۱۲٫۵	٫۴	۱٫۱	۱۴			۱۴	۱٫۵	
۲۲	میانوالی	۱۰٫۷	٫۱	۱٫۲	۸	٫۶	۳٫۴	۱۱		۱	۱۲	۳	
۲۳	منٹگمری	۱۷٫۶	۳٫۳	۳٫۱	۱۴٫۹	۴٫۵	۴٫۶	۱۵		۵	۲۴	٫۱	
۲۴	لائل پور	۲۲٫۴	۶	۷٫۶	۲۳٫۳	۱۱٫۶	۱٫۱	۲۳	۴	۱	۳۶		٫۳
۲۵	جھنگ	۲۰٫۷	٫۴	۲٫۹	۱۸٫۷	۱٫۳	٫۵	۲۳	۱۳	۳	۲۴	۴٫۳	
۲۶	ملتان	۲۳٫۷		۴٫۳	۱۹٫۹	۱٫۶	۶٫۵	۲۲	۲	۴	۲۸	۲٫۱	
۲۷	مظفرگڈھ	۲۱٫۵	٫۲	۲٫۳	۱۵٫۳		۸٫۷	۲۱		۳	۲۴	۵٫۷	
۲۸	ڈیرہ غازیخاں	۱۲٫۸		۱٫۲	۸٫۴		۵٫۶	۱۱		۳	۱۴	۲٫۶	

کیفیت

یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کے چالیس ہزار ووٹ دوسری اقوام سے کم ہیں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے مخلوط انتخاب کی بدولت ۵۶٫۳ نشستیں زیادہ حاصل کیں۔ اگر چار اضلاع کی کمی یعنی ۷٫۳ کو وضع کر دیا جائے تو پھر بھی ۴۹ نشستیں زیادہ حاصل کیں۔ پہلے خانہ میں صرف یہ دکھلایا گیا ہے کہ آبادی کی بنا پر اراکین کی مقررہ تعداد میں مسلمانوں کو اس قدر حق ملنا چاہیے۔ دوسرے خانہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ مالی یا تعلیمی شرائط کی بنا پر جو فہرست رائے دہندگان تیار ہوئی ہے اسکی نسبت سے مسلمانوں کو کس قدر نشستیں ملنی چاہئیں۔ تیسرے خانہ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمان اراکین ہر ضلع سے کس قدر منتخب ہوئے۔ چوتھے خانہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے حق سے جو انہیں فہرست رائے دہندگان کی بنا پر حاصل تھا، اس سے کس قدر زیادہ نشستیں حاصل کیں۔ اور آخری خانہ میں انکو کس قدر نقصان ہوا۔ حقیقت میں سوائے تین اضلاع کے باقی ۲۵ اضلاع میں مسلمانوں نے اپنے حق سے زیادہ نشستیں حاصل کیں۔

پنجاب کے اضلاع کے مسلم ممبران کی میزان بنا بر نسبت فہرست رائے دہندگان ۲،۳ تمام اضلاع کے مسلم منتخب شدہ اراکین ۸-۴ مسلمانوں نے اپنے حق سے زیادہ نشستیں لیں ۵۶٫۳- ۷٫۳ کی کمی ہوئی۔

مطبوعه جامعه ملیه اسلامیه پریس دهلی